بہنوں کا اپنا ماہنامہ

شعاع

جون 2015

digest library.com

Digest Novels Lovers Group ❤❤

حیا بخاری

بہار دستک دے تو آجانا

معاملہ واقعی بہت بڑا تھا۔ کیونکہ عزت کا معاملہ تھا۔ پھر بھی انہیں یقین تھا کہ ان کا بیٹا بے قصور ہے۔

مکمل ناول

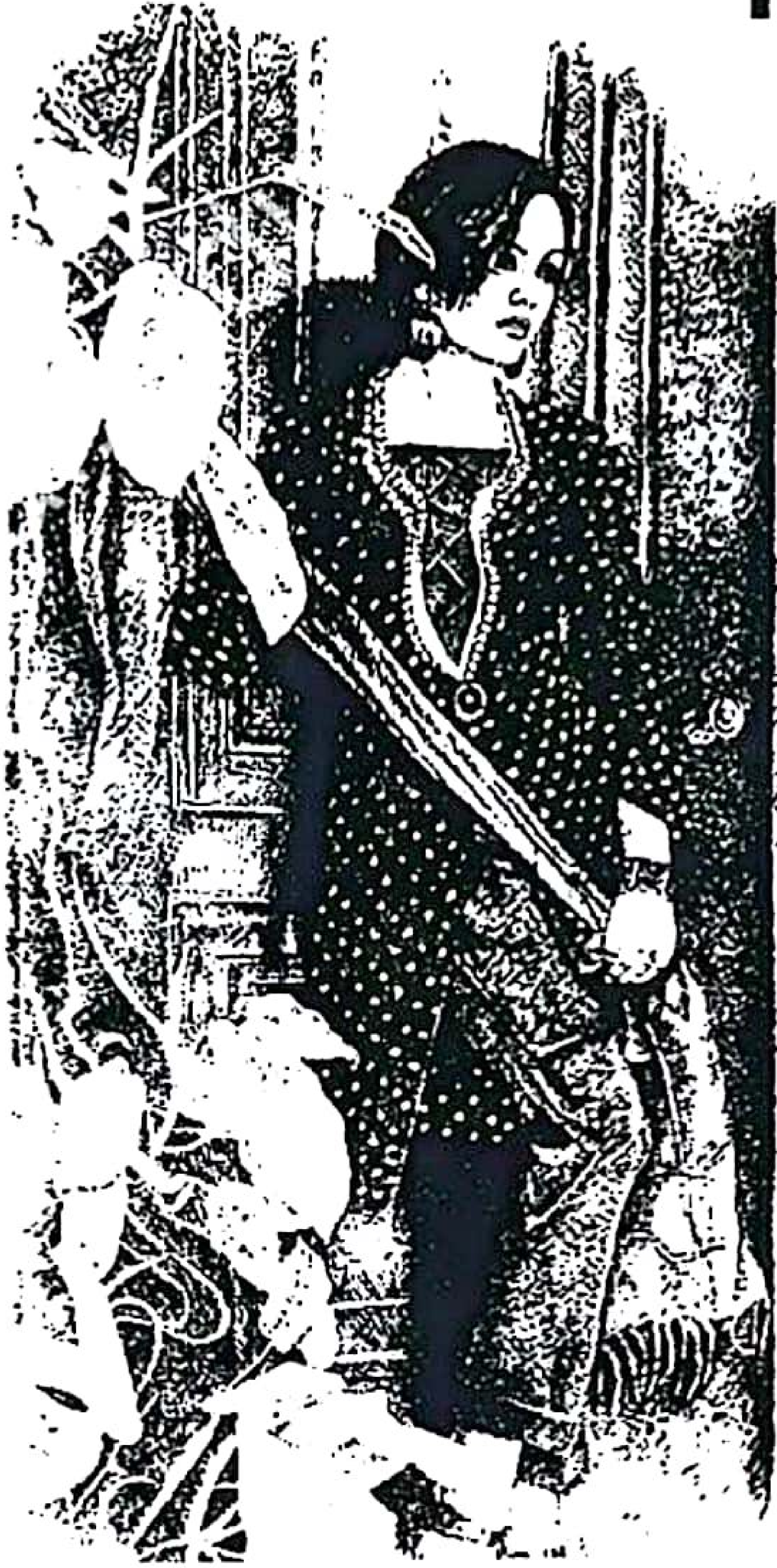

وہ ان کا مان تھا فخر تھا۔ اس کے حسن یوسفی اور اطاعت اسماعیلی جیسی خوبیوں کا تو زمانہ گواہی دیتا تھا۔ وہ ایسا کبھی نہیں کر سکتا۔ وہ آسمانوں پہ پرواز کرنے والا ان کا شاہین بیٹا۔ کیا اس قدر پاتال میں گر سکتا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھیں۔ تب ہی پورے اعتماد سے وہ اپنے بھائی کے ہمراہ جرگہ میں شامل ہوئی تھیں۔ بھائی مردوں میں جا بیٹھے تھے۔ اور ان کا بیٹا بھی جس کا اونچا سر ان کے یقین کے لیے بہت بڑی ڈھارس تھا۔ وہ گاڑی میں ہی بیٹھی رہی تھیں۔

تب ہی وہاں وہ سہمی سی چڑیا جیسی لڑکی لائی گئی۔ "یہ لڑکی بھی معصوم ہے!" ان کے دل نے گواہی دی۔ وہ مزید الجھیں۔ قرآن پاک لایا گیا۔ لڑکے نے ہاتھ رکھ کے قسم کھائی کہ وہ بے گناہ ہے۔ کسی گناہ کا مرتکب نہیں ہوا۔ گواہوں کو اکٹھا کیا گیا۔ سب نے ان دونوں کے گناہ کا اقرار کیا۔ لڑکی کے سامنے قرآن لایا گیا۔ اس نے ساتھ کھڑی عورت کے کان میں کچھ کہا۔ قسم واپس لے لی گئی۔ اور بیان لیا گیا۔ ڈری سہمی چڑیا میں اچانک ہی اعتماد آیا تھا۔ اس نے بغور سامنے کھڑے مغرور سی شخصیت والے اس لڑکے کو دیکھا اور نظریں جھکاتے ہوئے گناہ کا اقرار کیا۔ اپنے اور اس لڑکے کے تعلقات کا اقرار کیا۔ لڑکے کا سر جھکا نہیں تھا اور تن گیا تھا اور اس کی ماں۔۔۔

محبت بہار کے موسم کی طرح ہوتی ہے۔ بے کل کر دینے والی۔ من آنگن میں ایک سرگوشی سی بھر دینے والی جس میں ننھی سی اداسی بھری کسک بھی شامل ہوتی ہے۔

بالکل ایسی ہی حالت آج کل اس کی تھی۔ اسے معلوم نہیں تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ ہاں مگر کسی کو دیکھ کر بے اختیار ہی دل اس کے اپنا ہونے کی گواہی دے تو محبت ہی ہوئی ناں۔

جب اس سے کوئی رابطہ نہ ہو' پھر بھی اس کی شکل نظروں سے اوجھل ہی نہ ہو تو محبت ہی ہوئی ناں۔

جب وہ کبھی آپ سے ہم کلام نہ ہو۔ مگر ہمیشہ اس کی صدائیں دھڑکن کی وادی میں گونجتی رہیں تو محبت ہی ہوئی ناں۔ وہ ابھی تسلیم نہیں کرپارہی تھی۔ مگر یہی محبت تھی جو آج کل اس کے دل پہ پوری طرح قابض ہو چکی تھی۔ دھڑکنیں اس کی تھیں مگر اس پر مہر کسی اور کی۔

دن لمبے ہو رہے تھے۔ تب ہی سورج کی تمازت میں بھی اچھا خاصا اضافہ ہونے لگا تھا۔ اسے دھوپ سے سخت الرجی تھی۔ ذرا دیر دھوپ میں ٹھہرنے سے چہرے اور گردن پہ جگہ جگہ سرخ دھبے سے پڑ جاتے۔ تب ہی اس کی کوشش ہوتی کہ گھر کے کام جلدی نبٹا کر سحر آنٹی کے پاس چلی جائے۔ اس کی اس جلد بازی کی ایک وجہ اور بھی تھی۔ اور وہ تھا اسید محمود۔

اس نے تیزی سے کام نبٹائے۔ حلیہ درست کیا۔ بڑی سی چادر لے کر اچھی طرح اپنے گرد لپیٹ کر اس نے سامنے لگے وال کلاک پہ نظر دوڑائی۔ سوا آٹھ ہو رہے تھے۔ مطلب اسید محمود گھر سے نکلنے والا ہوگا۔

گھر کا دروازہ اچھی طرح بند کر کے وہ ساتھ والے گھر کے گیٹ کی طرف بڑھ گئی۔

مین گیٹ کھلا تھا۔ جس کا مطلب تھا اسید محمود ابھی گھر پر ہی تھا۔ اس نے تیزی سے قدم بڑھائے۔ تب ہی گھر کا اندرونی دروازہ کھلا تھا۔ اور ایک ہاتھ سے موبائل کان سے لگائے بہت عجلت میں وہ دشمن جاں باہر آیا۔ ہمیشہ کی طرح اس نے بلیو جینز پہ سفید شرٹ پہن رکھی تھی۔ اس کا فیورٹ لباس' گھنے بال بار بار پیشانی پہ آتے اور وہ مسلسل دوسرے ہاتھ سے موبائل سنبھالے ایک ہاتھ سے انہیں دوبارہ سیٹ کر لیتا۔

ہمیشہ کی طرح ہی اسے آتا دیکھ کر اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس کی طرف آرہا تھا۔ "کاش کہ آج وہ اس کا نوٹس لے لے۔" اس نے ہمیشہ کی طرح دعا کی تھی۔

اسید محمود کی شخصیت میں عجیب سی تمکنت تھی۔ وہ مغرور ہرگز نہ تھا۔ پورے خاندان میں اس کی طرح ہنس مکھ اور اچھے اخلاق والا لڑکا نہیں تھا۔ سب کا خیال رکھنا اس کی فطرت تھی۔ کسی کا بھی دکھ ہوتا' اسید محمود سب سے پہلے پہنچتا۔ پھر بھی اس قدر میل جول والی عادات رکھنے کے باوجود اس کی شخصیت میں کچھ ایسا تھا کہ جو دوسرے کو خود بخود ایک فاصلہ رکھنے پہ مجبور کردیتا۔ کالی۔۔۔ بے حد سیاہ چمک دار آنکھیں اور تنے تنے ۔۔۔ سے ابرو اس کی شخصیت کو کچھ ایسا غرور بخش دیتے کہ سامنے والا اس سے متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکتا۔ مگر اس کی شخصیت کا یہ عنصر کسی کو اس کے زیادہ قریب بھی نہ آنے دیتا۔

صفا کو بھی ان کے گھر آتے جاتے چھ ماہ سے اوپر ہو گئے تھے۔ مگر آج تک اس نے اسید سے بات کرنے کی ہمت نہ کی تھی۔

وقت جیسے تھم سا گیا تھا۔ ہمیشہ کی طرح اس پہ سحر سا طاری ہوا تھا۔ سانس تک ساکن ہونے لگی تھی۔ وہ قدم بہ قدم قریب آرہا تھا اور پلکیں جھپکائے بغیر اس دیوتاؤں جیسی شخصیت رکھنے والے ساحر کو دیکھے جا رہی تھی۔ محبوب کے قدم دھڑکن بن گئے۔ ہوا اس کے بدن کی مہک اور پھر جھونکا جیسے اسے چھو کر گزر گیا۔ وہ گاڑی میں بیٹھ چکا تھا۔ اب اس کا یہاں ٹھہرنا فضول تھا۔ وہ خاموشی سے اندر چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"سحر آنٹی!" سب جگہ دیکھ لینے کے بعد وہ ان کو ڈھونڈتی پچھلے لان کی طرف نکل آئی تھی۔ اور اس کی توقع کے عین مطابق وہ پودوں کی صفائی میں لگی ہوئی تھیں۔

"آگئی صفا بیٹا۔" انہیں دیکھتے ہی نرم سی مسکراہٹ

ان کے لبوں کو چھو گئی۔

"آپ یہاں ہیں آنٹی! اور میں آپ کو پورے گھر میں ڈھونڈ چکی۔" وہ بھی مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ ہی گھاس پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"کئی دنوں سے سوچ رہی تھی کہ موسم بدل رہا ہے۔ تو پودوں کی تراش خراش کرلوں۔ مگر کوئی نہ کوئی کام نکل آتا آج فارغ تھی تو سوچا یہ کام نبٹا ہی لوں۔"

خاک ہو جاتا تھا۔

"ارے نہیں بیٹا! میں تمہاری وجہ سے ہی کہہ رہی تھی۔ تمہاری ماں کی غیر موجودگی میں اس کا اکثر یوں چلے آنا مجھے اچھا نہیں لگتا۔" انہوں نے صاف گوئی سے کہا۔ صفا کے دل کو ڈھارس سی ہوئی۔

"سچ بتاؤں تو آنٹی! جب سے کالج سے فارغ ہوئی ہوں۔ گھر پہ اکیلے رہتے ہوئے مجھے بھی بے حد خوف آتا ہے۔ مگر سچ میں جب سے آپ لوگ یہاں آئے

انہوں نے اٹھتے ہوئے کہا اور کرسی پہ پڑا رومال اٹھا کر ہاتھ صاف کرنے لگیں۔

"حیرت ہے آنٹی! اتنے نوکر ہیں آپ کے مگر پھر بھی آپ سارا دن مصروف رکھتی ہیں خود کو۔" وہ بھی اٹھ کر ان کے پاس چلی آئی۔

"خالی ذہن شیطان کا گھر ہوتا ہے۔ کام سے انسان مصروف ہو جاتا ہے اور پھر اچھی صحت کے لیے بھی یہ بے حد ضروری ہے بیٹا۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"بی بی جی۔ وہ جی آپ کے کزن آئے ہیں۔ بلا رہے ہیں آپ کو کہہ رہے ہیں کہ کوئی ضروری کام ہے۔" تب ہی سحر محمود کے چوکیدار نے اطلاع دی۔

"تمہاری امی تو اسکول گئی ہوں گی ناں؟" سحر آنٹی نے پُرسوچ نگاہوں سے اس کا پھیکا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی آنٹی! چاچا ان کو بتادیں کہ میں ابھی ضروری کام میں مصروف ہوں۔ شام میں امی آئیں گی تب آجائیں۔" وہ سرہلا گیا۔

"اور سنو خان کاکا۔ ان سے مزید کوئی بات نہ کیجیے گا۔ دوبارہ یہاں پیغام لانے کی ضرورت نہیں۔" سحر نے سخت لہجے میں ہدایت دی۔ تو سرہلاتا وہ وہاں سے چلا گیا۔

"آئی ایم رئیلی سوری آنٹی۔ آپ کو میری وجہ سے۔" وہ واقعی ان کی ناراضی سے ڈر گئی تھی۔ سحر آنٹی کو ناراض کرنا کسی طرح اس کے لیے مناسب نہ تھا۔ ورنہ اس کا بنا بنایا سارا کھیل بگڑ سکتا تھا۔ سب

ہیں۔ میں خود کو بالکل محفوظ سمجھنے لگی ہوں۔ سحر آنٹی! یقین کریں اسید سر گھر پر اکثر نہیں ہوتے مگر جب وہ گھر پر ہوں پھر بھی میں نے کبھی ان کی نظروں کو ادھر اُدھر جھکتے محسوس نہیں کیا۔ میری زندگی میں کم از کم وہ پہلے مرد ہیں جن کی آنکھوں میں عورت کا احترام دیکھا ہے۔ ورنہ تو۔۔۔" وہ ذرا سا رکی سحر کے لبوں پہ مطمئن سی آسودہ سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"کتنی لڑکیاں آپ سے دین و دنیا کی باتوں میں رہنمائی لینے آتی ہیں لیکن مجال ہے جو اسید سر کسی کو نظر بھر کر دیکھ لیں سچ کہا ہے کسی نے کہ حیادار ماں کا بیٹا باحیا ہوتا ہے۔ اسے صرف گھر کی خواتین ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب عورتوں کی عزت کرنا آتا ہے۔" وہ پورے دل سے سچائی بیان کر رہی تھی اور مسکراہٹ سحر محمود کے ہونٹوں سے چپک کر رہ گئی تھی۔

"اسید تو میرا فخر ہے بیٹا۔ میری زندگی کا سبب ہے اسید اور اس کا کردار اس پر تو مجھے خود سے بڑھ کر یقین ہے۔ وہ اپنے منہ سے بھی کہہ دے کہ وہ کوئی غلط کام کر کے آیا ہے تو میں تسلیم نہ کروں اور صرف یہی وجہ ہے کہ میں اتنے اطمینان سے اتنے گھروں کی بچیوں کو قرآن و سنت کی تعلیم دیتی ہوں بنا کسی خوف اور خدشے کے۔ خود سے بڑھ کر یقین ہے مجھے اسید پر۔" ان کے لہجے میں ان کے بیٹے کے لیے فخر سمویا تھا اور لڑکیاں بھی آنا شروع ہو گئی تھیں تبھی اس نے بھی مزید گفتگو کرنے سے گریز کیا تھا۔ سحر محمود اپنے تخت کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"صفا۔" امی کی آواز پہ اسے سخت بیزاری محسوس ہوئی تھی۔ سارا دن کام کاج کر کے صرف یہی وقت فارغ ملتا تھا۔ جب وہ اپنے پسندیدہ رسالے پڑھ لیتی۔ مگر امی ہمیشہ اس وقت بھی ضرور اسے پکارتیں۔ اور وہ بس کڑھ کے رہ جاتی۔ امی نے بابا کے بعد اسے پورے عیش و آرام سے پالا تھا۔ اسے کسی چیز کی کمی محسوس نہ ہونے دی تھی۔ وہ کبھی بھی ان کو کسی بات پہ انکار نہ کرتی۔ چاہے دل میں کتنی ہی بیزار کیوں نہ ہوتی۔

"جی امی۔۔۔ آئی۔" ابھی بھی اس نے روز کی ہانک لگائی اور بیزاری سے دوپٹہ لیتی باہر چلی آئی۔

"ساحر آیا تھا؟" اس کے وہاں پہنچتے ہی سوال آیا۔ کوفت دوگنی ہوئی۔

"جی اور پھر آپ کے اسکول ٹائمنگز میں۔" اس نے جواب دیتے ہوئے اگلے سوال کو بھی مدنظر رکھا تھا۔ تبھی جواب لمبا تھا۔

"تو کیا میرے اسکول ٹائمنگز میں یہ تمہارا فرض نہیں کہ مہمانوں کو دیکھو۔" امی نے تاسف سے اسے دیکھا۔

"بالکل ہے۔۔۔ مگر مہمان بھی تو ڈھنگ کے ہوں امی۔" وہ لاپروائی سے کہتی ان کے ساتھ ہی صوفے پہ ڈھے سی گئی۔

"بری بات صفا۔ کزن ہے وہ تمہارا، پھر اس میں بری بات کون سی ہے۔ پڑھا لکھا ہے۔ باخلاق ہے۔" ان کی بات پہ وہ ذرا سا رخ پھیر کے بس منہ ہی بنا سکی۔

"پھر جب وہ اسید کے دروازے پہ بھی چلا آیا تو تمہیں ضرور اس کی بات سننی چاہیے تھی، کتنا برا محسوس ہوا ہوگا اسے۔" امی کی بات پہ وہ اندر ہی اندر کلس کے رہ گئی۔

"خبیث نے ساری مووی سنا دی ہے امی کو۔" وہ بڑبڑائی۔

"جو کہنا ہے صاف کہو، مکھیوں کی طرح بھنبھناؤ مت۔" امی نے فوراً ٹوکا۔

"میں نے کچھ نہیں کہا۔ مگر امی! آپ جانتی ہیں کہ میں سحر آنٹی کے گھر ڈانس سیکھنے نہیں جاتی، ورنہ ضرور بریک لے کر اس سے بات کرتی ۔۔۔ میں دینی تعلیم لینے جاتی ہوں۔ ایسے میں سحر آنٹی کے لیکچر کے درمیان سے اٹھ کر جانا بہت کچھ مس کر دیتا تھا۔ تب ہی میں نہ جا سکی۔" اس کی بات میں وزن تھا۔ اس بار وہ خاموش رہی تھیں۔

"سچ بتاؤں تو امی! دنیاوی کاموں کے لیے تو ہمارے پاس بہت وقت ہوتا ہے۔ دینی کاموں کے لیے جو تھوڑا سا وقت میں نکال لیتی ہوں اسے کیوں ضائع کروں۔ مجھے بے حد فائدہ ہو رہا ہے اور میں کسی قیمت پر اپنا نقصان نہیں کرنا چاہتی۔" اس کا لہجہ مستحکم تھا۔ راحت خاموش ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

پتا نہیں کیوں مگر یہ لڑکی انہیں بے حد عزیز لگنے لگی تھی۔ اس کے جانے کے بعد سارا دن اس کا معصوم اور پاکیزہ سا سراپا ان کی نگاہوں میں رہتا۔ آج کل کے دور میں بھی وہ یوں بڑا سا دوپٹہ اپنے گرد پھیلائے رکھتی جیسے کسی کی نظریں بھی اس کے شفاف سے سراپے سے چھو گئیں تو وہ میلی ہو جائے گی۔ بیٹیوں کی سی انسیت محسوس کرنے لگی تھیں وہ صفا سے۔ انہیں یوں لگ رہا تھا جیسے اللہ نے صفا کے روپ میں ان کی بیٹی کی خواہش بھی پوری کر دی تھی۔ تب ہی وہ سب لڑکیوں کے چلے جانے کے بعد بھی اسے اصرار کر کے تب تک اپنے پاس ہی روک لیتیں۔ جب تک اس کی امی نہ آ جاتیں۔ ابھی بھی وہ ان کے کہنے پہ رک گئی تھی۔ سحر نماز پڑھنے گئیں تو وہ کچن میں آ گئی اور کچھ باقی بچے کام نمٹانے لگی۔

"امی! میرے سر میں درد ہے۔ پلیز ایک کپ کڑک سی چائے بنا دیں۔" بھاری مدھم لہجے پہ صفا کا دل دھڑک اٹھا۔ وہ بت بنی وہیں کھڑی رہ گئی۔ یوں جیسے پیچھے مڑ کر دیکھے گی تو پتھر کی ہو جائے گی۔ اسے اپنے

پیچھے کرسی گھسیٹنے کی آواز سنائی دی تھی۔ مطلب وہ وہاں بیٹھ چکا تھا اور پھر انگلیاں بجانے کی مدھم آواز کچن میں گونجنے لگی۔ اس نے دھیرے سے ذرا سا رخ پھیر کر دیکھا۔

وہ دائیں ہاتھ سے کنپٹی مسل رہا تھا۔ جبکہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں مسلسل ٹیبل پہ رقص کر رہی تھیں۔ جن کی وجہ سے ہلکی سی تھاپ بھی پیدا ہوتی۔ اس نے اسید کی غیر توجہی محسوس کرتے ہوئے خاموشی سے چائے کے لیے پانی رکھا۔ اور چائے بنا کر دھیرے سے کپ میز پر دھر دیا' اس نے اپنے تئیں پوری کوشش کی تھی کہ وہ اس کی طرف متوجہ نہ ہونے پائے اور وہ چائے رکھ کر نکل جائے' مگر ایسا نہیں ہوا تھا۔ اسید کی نظر کپ پہ پڑتے ہی اوپر اٹھی تھی۔ اور ٹھہر گئی تھی۔ وہ ساکت کھڑی تھی۔ یہ پہلی بار تھا جب اس شخص نے اس کی طرف نگاہ کی تھی' جسے نہ جانے کتنے ہی عرصے سے وہ محبت کا حق سونپ چکی تھی۔ تب ہی اسے جان نکلتی محسوس ہو رہی تھی۔

"حسن تو بے شک بہت ہو سکتا ہے۔ مگر یہ معصومیت' یہ پاکیزگی بالکل نہیں۔" اب کی بار اسید کی آنکھوں میں پسندیدگی ابھری تھی۔ صفا کا دل دھڑکنے لگا تھا۔ وہ تیزی سے وہاں سے ہٹ گئی۔ سامنے ہی تسبیح ہاتھ میں لیے سحر آ رہی تھیں۔

"کیا ہوا صفا؟" اسے یوں بدحواس دیکھ کر وہ پریشان ہو گئیں۔

"کچھ نہیں آنٹی! وہ اصل میں۔" وہ بات نہ بنا پائی۔

"امی! اصل میں مجھے پتا نہیں تھا کہ یہ کچن میں ہیں۔ میں سمجھا آپ ہیں۔ میں نے آپ سے چائے کے لیے کہا اور وہیں بیٹھ گیا۔ سر میں اس قدر درد ہو رہا تھا' کہ توجہ ہی نہ کر پایا کہ آپ کے علاوہ بھی کوئی اور ہو سکتا ہے۔ بس ان محترمہ نے مجھے چائے تو دے دی بنا کر۔ مگر جب میں نے دیکھا تو یہ ڈر کر بھاگ گئیں۔" کپ لبوں سے لگاتے ہوئے اس نے بات مکمل کی۔

سحر زور سے ہنس دیں۔

"تم بھی نا صفا۔ ایک طرف تو اتنی تعریفیں کرتی ہو اسید کی اور آج اگر اتفاق سے تم لوگوں کی بات ہو ہی گئی تو تم یوں گھبرا رہی ہو۔" سحر کی بات نے اسے شرمندہ کر دیا۔ اس نے دل سے دعا کی کہ کاش ان کی بات اسید نے نہ سنی ہو۔ مگر بات دعا سے پہلے ہی سن لی گئی تھی۔

"اللہ اللہ! سچ میں امی میری تعریفیں' واؤ۔" وہ چہکا صفا پانی پانی ہونے لگی۔

"ہاں بھئی۔ میرا بیٹا ہی ہے اس لائق کہ اس کی اچھی عادات کو سراہا جائے۔" سحر خود سے اونچے بیٹے کو ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے بولیں۔

ابن انشاء کی شخصیت اور علمی و ادبی خدمات پر
ڈاکٹر ریاض احمد ریاض کا تحریر کردہ مقالہ
ابن انشاء
احوال و آثار

قیمت -/1200 روپے
ڈاک خرچ -/50 روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021

''حیرت ہے امی! مجھے تو پتا ہی نہیں تھا۔'' مسکراتی نظر صفا پہ ڈالی گئی۔ اس نے جلدی سے سر پہ اوڑھا دوپٹہ ذرا سا آگے کر لیا۔

''آنٹی! میں چلتی ہوں۔ امی آ گئی ہوں گی۔''

''ارے سنو تو۔'' سحر اسے پکارتی رہ گئیں' مگر وہ تیزی سے باہر نکل گئی۔

''بہت شریر ہو تم' پریشان کر دیا بیچاری کو۔'' سحر مسکراتے ہوئے بولیں۔

''اچھا سر میں کیوں درد ہے۔ خیریت۔'' اچانک ہی ان کو خیال آیا تھا۔

''ہاں۔'' اسید چونکا ''بالکل ٹھیک ہوں امی! چائے بڑی زبردست تھی۔ پیتے ہی آرام آ گیا۔'' وہ چاہ کر بھی دل کی بات ماں کو نہ بتا سکا تھا۔

چند دن بعد لاہور میں کسی رشتے دار کی شادی تھی۔ اور آج اسے ہر حال میں اپنے اور امی کے لیے کپڑے خریدنے تھے۔ تب ہی وہ آج سحر آنٹی کے گھر نہیں گئی تھی۔ وہ صبح سے اپنی دوست کا انتظار کر رہی تھی تاکہ وہ آئے تو وہ بازار جا کر اپنی ضرورت کی تمام چیزیں خرید سکے' مگر دس بج رہے تھے اور اس کا ابھی تک اتا پتا نہ تھا۔ اب اسے غصہ آنے لگا تھا۔ تب ہی ڈور بیل پہ وہ تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے پر پہنچی تھی اور ایک جھٹکے سے گیٹ کھول دیا تھا اور اگلے ہی لمحے اسے یقین ہو گیا تھا کہ غصہ واقعی دوگنی مصیبت میں گرفتار کر دیتا ہے انسان کو۔ گیٹ سے ٹیک لگائے ساحر نے ایک تیکھی نگاہ اس کے حلیے پہ ڈالی تھی۔

''اتنی بے قراری' خیریت تو ہے نا تم تو کہتی ہو کہ اماں گھر پہ نہ ہوں تو کسی کے لیے دروازہ نہیں کھولتی ہو۔ پھر ایسا کون آ رہا تھا کہ پوچھے بنا ہی کھٹ سے کنڈی گرا دی۔'' کمینی سی مسکراہٹ لبوں پہ سجائے وہ خباثت سے بولا۔

''یہ بات میں تمہیں کیوں بتاؤں؟'' اس نے پل بھر میں اپنا اعتماد بحال کیا۔

''ابھی اماں زندہ ہیں میرا خیال کرنے کے لیے۔'' جتاتا ہوا لہجہ۔

''چلو آج معاف کیا۔ مگر کبھی نہ کبھی تو بتانا ہی پڑے گا۔'' ایک نمبر کا ڈھیٹ تھا وہ بھی۔ وہ اندر آنے لگا تو صفا نے تیزی سے دروازہ بند کر دیا۔

''بتایا نا کہ اماں گھر پر نہ ہوں تو میں کسی کو گھر میں نہیں آنے دیتی۔'' ساحر سے بات کرتے ہوئے دنیا جہان کی تلخی اس کے لہجے میں آسماتی۔

''ہاں تو میں بھی اسی لیے دوڑا چلا آتا ہوں کہ کسی کی بری نظر ہمارے گھر پر نہ پڑے۔'' اس کے مضبوط آہنی بازوؤں کے سامنے اس کی کوشش ناکام ٹھہری تھی۔ وہ اندر آ گیا تھا۔ صفا کا دل گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑنے لگا۔ نہ جانے کیوں اسے اس چچا زاد سے بے اندازہ خوف محسوس ہوتا تھا۔

''یہی تو مسئلہ ہے کہ یہ ایک بری نظر کسی اور کی بری نظر سے بھی کہیں زیادہ خوفناک ہے۔'' وہ بڑبڑا کر رہ گئی۔

''اچھا اندر چل' چائے بنا دے۔ کیا یہیں سے ٹرخائے گی۔'' اس نے اچانک ہی اس کا ہاتھ تھام لیا۔ صفا یوں اچھلی جیسے سو والٹ کا کرنٹ لگا ہو۔

''خبردار جو آئندہ کبھی ایسی جرات کی ہو تو۔'' اس نے یوں دوپٹے سے ہاتھ رگڑا جیسے کوئی ان دیکھی غلاظت صاف کر رہی ہو۔

''واہ جی! غصے میں تو اور پیاری لگنے لگتی ہے قسم سے۔'' صفا کا دل چاہا اس کے منہ پہ تھوک دے' تب ہی گیٹ پہ آہٹ ہوئی تھی۔ اس کی دوست سویرا تھی۔

''کہاں مر گئی تھیں تم' جلدی نہیں آ سکتی تھیں۔'' سارا غصہ سویرا پہ نکل گیا۔ وہ بے چاری بس ہوں ہاں کرتی رہ گئی۔

''اب باہر نکلو تاکہ میں تالا لگا سکوں۔ باقی گھر ویسے بھی لاکڈ ہے۔'' اس نے روکھے سے انداز میں ساحر کو مخاطب کیا۔ اس نے ایک تیز نظر صفا پہ ڈالی۔

''وعدہ رہا۔ سارے کس بل نکال دوں گا۔ بس موقع ملنے دے۔'' جاتے جاتے بھی وہ اسے دھمکی دے کر گیا تھا۔ اور پھر سارا دن وہ بیزار ہی رہی تھی۔

شاپنگ سے لے کر گھر کے ہر کام میں اس نے کچھ نہ کچھ بگاڑ دیا تھا۔ امی بولتی رہ گئیں مگر وہ خاموش ہی رہی۔

☆ ☆ ☆

"کیا مطلب امی۔ میں آپ کے ساتھ نہیں جا رہی؟" وہ شاکڈ تھی۔ اسے لگا جیسے اس نے کچھ غلط سنا ہو۔

"کہہ دیا نا صفا۔ بار بار ایک بات کے پیچھے نہ پڑ جایا کرو۔" راحت نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔ وہ لڑکی انہیں زچ کرنے لگی تھی۔

"مگر امی! مسئلہ کیا ہے؟ میں کیوں نہیں جا سکتی آپ کے ساتھ؟ پھر میں یہاں اکیلے کیا کروں گی اتنے دن؟"

وہ خاصی پریشان تھی۔ دن میں تو خیر پہلے بھی وہ عادی تھی۔ مگر اس طرح سارا دن اور پھر رات اس کی جان نکلنے لگی۔

"کیونکہ میں تمہیں ہر ایرے غیرے کی شادی میں نہیں لے کر جا سکتی۔" انہوں نے صاف جواب دیا۔

"ہاں اور یوں ہر ایرے غیرے کے ساتھ چھوڑ سکتی ہیں۔" وہ تڑپی۔

"وہ ایرے غیرے نہیں۔ تمہارے اپنے ہیں۔ پھر ساحر اور ثمن دونوں ہی تمہارے پاس ہوں گے۔ تو تمہیں فکر کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مجھے ان دونوں پر بھروسا ہے۔" انہوں نے قطعی لہجے میں کہا۔

"اور رہی بات ساحر کی تو وہ کوئی اجنبی نہیں ہے، تمہیں پسند کرتا ہے۔ عنقریب تم دونوں ایک ہونے والے ہو، سو اچھا ہے کہ اس کا ذکر عزت سے کیا کرو۔" امی نے جیسے اس کے سر پر بم پھوڑا۔

"مگر مجھے وہ ذرہ برابر بھی پسند نہیں۔" وہ بے اختیار بولی تھی۔ راحت نے ایک کڑی نگاہ کی تھی۔

"مجھے تمہاری پسند ناپسند سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں تمہارے لیے وہ سب کرنے کا اختیار رکھتی ہوں جو مجھے بہتر لگے۔" وہ بے بسی سے لب کاٹنے لگی۔

"اسے تو فرق پڑے گا نا میری پسند ناپسند سے؟" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"اس بات کی بھنک بھی پڑی نا اسے، تو دیکھنا میں حشر کر دوں گی تمہارا۔" اب کی بار انہوں نے غصے سے کہا تھا۔

"مگر امی! میری زندگی ہے یہ، یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اتنا بڑا فیصلہ میری مرضی کے بغیر کیا جائے۔" وہ منہ بسورنے لگی۔

"صفا۔" اس کی توقع کے عین مطابق وہ اسے روتا دیکھ کر فوراً" نرم پڑیں۔

"تم جانتی ہو بیٹا! تمہارے باپ کے بعد میں نے کتنی مشکلوں سے تمہاری پرورش کی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ تمہاری مرضی ضروری ہے مگر بعض فیصلے ماں باپ ہی کر لیں تو بہتر ہوتے ہیں۔"

"مگر امی! انہوں نے کبھی ہمارا کب ساتھ دیا۔ اب جب ہمارے حالات کچھ بہتر ہوئے تو آ گئے ہیں پیار جتانے۔" وہ بھی آج سارے حربے آزمانا چاہتی تھی۔

"اب تو آ گئے نا بس میرے لیے کافی ہیں۔ پھر وہ تمہارا اپنا خون ہیں، ماریں گے بھی تو چھاؤں میں رکھ کے۔" راحت کی بات سن کر اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اللہ اللہ امی! اس قدر زیادتی۔" وہ صدمے کے مارے بول ہی نہ پائی۔

"صفا! اب ایک دو لگا دوں گی تمہیں۔ دماغ خراب مت کرو میرا، جاؤ جا کر کام کرو، میں نے پرچے بھی چیک کرنے ہیں ابھی۔" انہوں نے گویا بات ہی ختم کر دی۔ وہ اداس سی وہاں سے پلٹ گئی۔

☆ ☆ ☆

"اسید کے آفس کے کچھ لوگ آ رہے ہیں کھانے پہ۔ تم آج شام میری مدد کرنے آ سکو گی؟" وہ بھی دوسری لڑکیوں کے ساتھ نکلنے لگی تھی کہ سحر نے اسے روک دیا۔

"جی ضرور آنٹی! امی آ جائیں۔ میں ان کو کھانا دے کر فوراً" آ جاؤں گی۔" اس نے تابعداری سے جواب دیا۔

"دو تین ڈشنز تو لازمی بنانی پڑیں گی۔ جلدی آجانا ہاں' میں اسید سے مینو بنوالوں گی۔" انہوں نے ہدایت کی تو وہ سرہلاتی باہر نکل گئی۔

وعدے کے مطابق راحت کو کھانا دے کر وہ ان کی اجازت سے فورا" وہاں سے چلی آئی تھی۔

سحر کی توقع کے عین مطابق اسید نے دو تین مین آئٹم کے ساتھ سویٹ ڈش بھی رکھی تھی۔ وہ آتے ہی کام میں جت گئی۔ اسید شام ہونے تک گھر نہیں آیا تھا۔ اسے ایک طرح سے یہ غنیمت ہی لگا تھا۔ اس نے تیزی سے سارے کام شام سے پہلے ہی نبٹا لیے تھے۔

"آج تو پڑوسی کھانے کی خوشبو محسوس کر کے ہمارے گھر ہی ڈنر کرنے آجائیں گے۔" بہترین خوشبو محسوس کرتے ہوئے وہ تعریفی انداز میں کہتا کچن کے اندر آیا تھا۔ ڈنر کے لیے برتن نکالتی صفا گھبرا کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوہ سوری۔ آپ۔۔۔ میں سمجھا ای ہیں؟" اس کی گھبراہٹ محسوس کر کے وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

"آگئے اسید۔" تب ہی سحر بھی اندر آگئیں۔

"نہیں ای! ابھی راستے میں ہوں۔" وہ دائیں آنکھ دبا تا شرارت سے بولا۔ تو انہوں نے پیار سے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"شریر۔"

"آنٹی! سب تیار ہے۔ میں چلوں۔ ای انتظار کر رہی ہوں گی۔" اسے فورا" جانے کا خیال آیا۔ اسید نے آگے بڑھ کر فریج سے پانی لیا اور گلاس میں انڈیلنے لگا۔

"کتنا بے پرواہ ہے یہ شخص۔" اسے دکھ ہوا۔ اس دن کے بعد وہ خود بھی اس سے چھپتی پھرتی تھی۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس اتفاقی ملاقات کے بعد اسید نے اس کی طرف بڑھنے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔

"ہاں بیٹا۔ مگر یہ سب سرو کرنے میں تو میری مدد کرتی جاؤ۔" وہ اسے مزید روکنا چاہتی تھیں۔

"کاکا ہیں نا ای۔ اچھا نہیں لگے گا یوں غیر مردوں کے آگے خوامخواہ ان کا آنا۔ میں سمجھا دوں گا کاکا کو' آپ فکر نہ کریں۔ جانے دیں انہیں۔" موبائل پہ کسی کے پیغام چیک کرتا آرام سے ماں کو مخاطب کرتا وہ بالکل اس کے پاس سے گزرا تھا اور وہ پھر سے بت بنی کھڑی رہ گئی۔ وہ بے نیاز تھا' یہ بے نیازی' یہ شان' یہ غرور اسے زیب بھی تو دیتا تھا۔ وہ اداس ہو گئی۔

"شہزادے جب نصیب میں نہیں ہوتے تو ملتے کیوں کرتے ہیں؟" آج کی رات بیڈ پر لیٹتے ہی اس نے یہ سوچا تھا اور پھر ساری رات اس بات کا جواب ڈھونڈتی رہی۔

☼ ☼ ☼

ساری بحث بیکار گئی تھی۔ ای اکیلی ہی گئی تھیں اور سونے پہ سہاگا ساحر اور ثمن کو اس کے پاس چھوڑ گئی تھیں اور اب وہ بے طرح اداس ہو رہی تھی' اس نے سارا دن تقریبا" سحر آنٹی کے گھر میں ہی گزرا تھا۔

"زندگی بالکل گرگٹ کی طرح ہوتی ہے۔ ہر بار نیا رنگ' نیا روپ لے کر ہمارے سامنے آجاتی ہے۔ روز نیا امتحان اور نئے پرچے تھما دیتی ہے ہمارے ہاتھ میں۔ نتیجہ البتہ غیر یقینی ہوتا ہے۔ یا تو زندگی میں ہی یا پھر زندگی کے بعد اصل زندگی کے ہاتھ آنے پر۔

کامیاب لوگ وہی ہوتے ہیں جو زندگی کو اس کے ہر ایک روپ' ہر نئے امتحان کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔"

انہوں نے لیکچر ختم کر دیا تھا۔ وہ بھی دوسری لڑکیوں کے ساتھ باہر نکل آئی۔

"لگتا ہے بہت دل لگ گیا ہے تمہارا سحر آنٹی کے گھر میں؟" اندر داخل ہوتے ہی سامنا اس سے ہوا تھا۔ جس کی شکل تک دیکھنے کی وہ روادار نہ تھی۔

"تم سے مطلب؟" کھردرا سا لہجہ صاف۔۔ جواب۔

"ہر وقت مطلب نہ پوچھا کرو۔ بہت جلد میری پناہوں میں آنے والی ہو۔ ایسا نہ ہو کہ سارے مطلب سمجھا دوں۔ ٹوٹ پھوٹ جاؤ گی۔" اس کی نازک سی مرمریں کلائی پکڑ کر وہ غصے سے بولا تھا۔

"میں نے تمہیں وارن کیا تھا ساحر! مجھے آئندہ ہاتھ لگانے کی کبھی کوشش مت کرنا۔" اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔ غراہٹ سی تھی اس کے لہجے میں۔

"شیرنی ہے قسم سے۔ تب ہی تو مرتا ہوں تجھ پہ پوری جان سے۔ بس یہ اماں والا کانٹا نہ ہوتا تو کب کا تجھے اپنا چکا ہوتا۔" وہ غلیظ سا مسکرایا۔

"امی کے سامنے تو بڑی شہد ٹپکاتی ہیں چاچی۔ یہ بات ذرا امی کو بتا کر دیکھو۔ تب مانوں۔" وہ غصے سے لب کچلنے لگی۔

"پاگل کتے نے کاٹا ہے مجھے کیا؟" وہ ہنسا۔ "تو کیا اتنا بے وقوف سمجھتی ہے مجھے۔ تیرا ہاتھ ایسے نہیں چھوڑنے والا۔ بڑے حساب نکلتے ہیں تیری طرف۔ ایک ایک کر کے چکاؤں گا۔ بس موقع مل جائے کبھی۔ آگے یہ تیری قسمت شادی کے بعد یا۔" وہ کس قدر گھٹیا تھا۔ اس کا اندازہ اسے بہتر طور پہ آج ہو رہا تھا۔

"موسم بڑا گرم ہو رہا ہے۔ پر تم آج کمرے میں ہی سونا۔ ٹھیک سے دروازے شروازے بند کر کے۔ حالات خراب ہیں ناں۔" دانتوں میں ناخن مارتا' خبیث سی ہنسی ہنستا وہ اندر چلا گیا اور وہ۔۔۔ شل سا وجود لیے وہیں کھڑی رہ گئی۔ اسے آج پہلی مرتبہ اپنی ماں پر شدید غصہ آ رہا تھا۔ مائیں تو بیٹیوں کی شکل دیکھ کر ان کا درد 'پریشانی' سمجھ جاتی ہیں' بیٹیوں کے گرد منڈلاتے خطرات کو محسوس کر کے کسی بھوکی شیرنی کی طرح ان کو تاڑنے والوں پہ پل پڑتی ہیں اور ایک اس کی امی تھیں کہ اس کے منع کے باوجود اسی شکرے کو اس کا محافظ بنا گئی تھیں' جو جانے کب سے اس کی گھات لگائے بیٹھا تھا۔ شام کے ڈھلتے سایوں نے اس کی پریشانی بھی بڑھا دی تھی۔

ثمن اس کے لاکھ کہنے کے باوجود بھی اس کے ساتھ سونے پہ راضی نہ ہوئی تھی۔ وہ بار بار اس کی منتیں کرتی اور ثمن کے بار بار انکار پر ساحر ایک شیطانی مسکراہٹ اس کی طرف اچھال دیتا۔ بالآخر اس نے ان دونوں پہ پھٹکار بھیج کر اوپر آنے میں ہی عافیت سمجھی تھی۔

اس نے سب کھڑکیاں دروازے اچھی طرح بند کیے تھے۔ بار بار لاک چیک کیے' دروازے اچھی طرح لاک تھے۔ صرف ٹیرس کی طرف والی ایک کھڑکی اس نے کھلی چھوڑ دی تھی۔ کیونکہ اس طرف سے اسے ساحر کے آنے کی ذرہ برابر بھی امید نہ تھی۔ ان کی ٹیرس اور اسید محمود کے گھر کی ٹیرس کی گرلز بالکل جڑی تھیں تب ہی اس طرف سے وہ مطمئن تھی کہ وہ کمرہ اسید کے استعمال میں رہتا تھا۔ تب ہی اگر وہ آتا بھی تو وہ آسانی سے چیخیں مار کر کم از کم ساتھ والے گھر کے لوگوں کو مدد کے لیے بلا سکتی تھی۔ ہر طرف سے بے فکر ہونے کے بعد بھی اسے نیند بہت دیر سے آئی تھی۔

✿ ✿ ✿

لیپ ٹاپ پر کام کرتے کرتے اسے پتا ہی نہ چلا کب آنکھ لگ گئی۔ وہ وہیں رائیٹنگ ٹیبل پہ ہی ہاتھوں پہ سر رکھ کر شاید ساری رات کی نیند پوری کر لیتا کہ عجیب سے شور سے کسی پہر اس کی آنکھ کھل گئی۔ یوں لگا تھا۔ جیسے کسی نے کوئی چیز زور سے زمین پہ دے ماری تھی۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی۔ تب ہی آواز بہت تیز تھی۔ ہر رات تو وہ کھڑکی بند کر کے اے سی آن کر کے ہی سوتا تھا' مگر آج نہ جانے کیسے اس کی آنکھ لگ گئی۔ بیٹھے بیٹھے سوتے رہنے سے اس کی گردن میں درد ہونے لگا تھا۔ گردن کو سہلاتا ہوا وہ اٹھ کر کھڑکی کے پاس آیا تھا۔ باہر اندھیرا تھا۔ وہ مطمئن ہو کر کھڑکی بند کرنے لگا۔ اس نے ایک پٹ بند کیا ہی تھا کہ کھڑاک سے کوئی چیز پھر گری۔ اس دفعہ آواز بے حد واضح تھی۔ ٹیرس کے اس طرف لازمی کچھ گڑبڑ تھی' جسے اس بار وہ چاہ کر بھی نظر انداز نہ کر پایا تھا۔ تیزی سے باہر آ کر اس نے لائٹس آن کر دی تھیں اور جھماکے سے نہ صرف اس طرف بلکہ اس طرف کا منظر بھی واضح ہو گیا تھا۔ وہ ششدر رہ گیا تھا۔

✿ ✿ ✿

رات کے نہ جانے کس پہر ہلکے سے کھٹکے سے اس کی آنکھ کھلی۔ دل اس قدر زور سے دھڑکا کہ اسے لگا بس موت ابھی اس پر حاوی ہو جائے گی۔ نیند کی وجہ سے غائب ہونے والا ڈر پوری قوت سے دوبارہ جاگا تھا۔

"کہیں ساحر تو ٹیرس کی طرف سے آنے کی کوشش نہیں کر رہا۔" خوف زبان پہ آیا۔ وہ فوراً ہی اٹھ کر بیڈ سے نیچے اتری اور اگلے ہی لمحے ساکت رہ گئی۔ ہاتھ پاؤں' زبان جیسے سارا وجود شل ہو گیا تھا۔ وہ آرام سے اس کے سامنے صوفے پہ پاؤں پھیلائے بیٹھا تھا۔ وہ نہ چیخ سکی۔ نہ بول سکی۔

"کہا تھا نا کہ اچھی طرح دروازے بند کر کے سونا۔" زیرو بلب کی مدھم روشنی میں بھی وہ اس کے چہرے پہ چھلکتی شیطانیت واضح طور پہ دیکھ سکتی تھی اور پھر اس نے پھرتی دکھائی تھی۔ تیزی سے اٹھ کر ٹیرس کا دروازہ کھولنے میں وہ کامیاب ہو گئی تھی' مگر ساحر بھی تب تک اس کے قریب آ چکا تھا۔ ٹیرس پر اندھیرا تھا۔ حالانکہ وہ بلب جلا کر سوئی تھی۔ ساحر نے شاید مکمل انتظام کر رکھا تھا۔ اس کے ہاتھ کی مضبوط گرفت نے اسے چیخنے چلانے کے قابل نہ چھوڑا تھا' لیکن وہ بھی پوری قوت سے باہر کی طرف خود کو گھسیٹ رہی تھی۔

"ہم اتنی جلدی مارتے نہیں جتنی جلدی ہار مان لیتے ہیں۔" سحر آپی کی کہی ہوئی بات اسے یاد آئی۔ اور اس نے عزم کر لیا کہ اسے ہار نہیں ماننی تھی' لڑنا تھا۔ آگے اس کا مقدر کہ اللہ اس کی مدد کر دیتا اور وہ اس شکرے کے ہاتھوں سے خود کو تباہ ہونے سے بچا لیتی' تب ہی اس کی نظر دروازے کے ساتھ پڑے شیشے کے بڑے سے فش باؤل پہ پڑی تھی۔ اس نے پھرتی سے اس باؤل کو اپنی طرف کھینچا تھا۔ باؤل سیدھا ساحر کے پاؤں پہ گرا تھا۔ ٹھیک ٹھاک ضرب لگی تھی اسے اور صفا دوبارہ دروازے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ساحر نے آگے بڑھ کر زیرو کا بلب بھی آف کر دیا' اس طرح وہ اسے آسانی سے قابو کر سکتا تھا اور وہ راہ فرار ڈھونڈنے میں بھی ناکام رہتی۔ وہ دروازے سے باہر نکل آئی تھی۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پوری قوت سے چیختی' ساحر کے مضبوط بازوؤں نے اسے پھر سے جکڑ لیا' وہ پھڑپھڑا کر رہ گئی۔ وہ اسے پوری طرح خود سے لگائے اندر کی طرف گھسیٹنے لگا۔ اسے لگا اس کی ہڈیاں ٹوٹنے لگی تھیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ خود کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ دل ہی دل میں جتنی بھی دعائیں یاد تھیں پڑھنے لگی۔

تب ہی خود کو چھڑانے کی کوشش میں اس کا پاؤں پاس پڑے گملوں کے چھوٹے سے اسٹینڈ پہ پڑا تھا۔ اور زوردار آواز پیدا کرتے ہوئے وہ گر پڑا۔ گملے ٹوٹنے کی آواز کافی تیز تھی۔ ساحر گھبرا گیا اور مزید تیزی سے اسے گھسیٹنے لگا۔ تب ہی روشنی سی پھیلی تھی۔ اس کا ہاتھ ذرا سا ڈھیلا ہوا تھا اور یہی وقت کافی تھا صفا کے لیے' وہ بری طرح چلانے لگی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" اسید شاید سمجھ نہیں پایا تھا۔ وہ گرل کے قریب آ کر چلایا۔ ساحر کی گرفت ڈھیلی پڑی۔ وہ تیزی سے اس کے ہاتھوں سے نکلتی ہوئی گرل پھلانگ گئی اور اسید کے پیچھے جا چھپی۔ ساحر نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

"میری کزن ہے وہ۔ تم اس معاملے میں نہ ہی پڑو تو بہتر ہے۔" انگلی سے اسے متنبہ کرتا وہ صفا کی طرف لپکا تھا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ صفا کو پکڑنے میں کامیاب ہوتا۔ اسید نے زبردست مکا اسے جڑ دیا تھا۔ ساحر نے ایک لمحے کو حیرت بھری نگاہ کی تھی اور اگلے ہی لمحے وہ بھی اسید پہ پل پڑا تھا۔ شور سن کر آس پاس کی ٹیرس بھی روشن ہونے لگی تھیں۔ ممی بھی شور سن کر اوپر آ گئیں۔ مگر کمرہ لاک ہونے کی وجہ سے وہ بس دروازہ ہی بجاتی رہ گئیں۔ سحر مسرور حیران پریشان شور سن کر وہاں پہنچیں تو سامنے کا منظر دیکھ کر دم بخود رہ گئیں۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟" ان کی تیز آواز پہ وہ دونوں ہی ٹھٹک کے رک گئے تھے۔

"امی یہ۔" اسید بولنے لگا تھا کہ ساحر نے ٹوک دیا۔

"یہ کیا بتائے گا آنٹی۔ میں بتاتا ہوں۔ رنگے ہاتھوں پکڑا ہے میں نے ان دونوں کو۔ اور یہ بے غیرت۔"

سحر کا سر چکرا گیا۔ انہوں نے دیوار کا سہارا لیا۔

"ذلیل انسان۔" اسید نے فوراً" اس کا گریبان پکڑ لیا۔

"ذلیل تو تم ہو۔ ارے خدا کی پناہ اسلام کی باتیں سکھانے لڑکیوں کو گھر بلا کر ان پہ جال ڈالتے ہو۔" وہ زمین پر تھوکتے ہوئے بولا "آواز اس قدر اونچی تھی۔ کہ آس پاس کھڑے تمام لوگ بخوبی سن سکیں۔

وہ سب کانوں کو ہاتھ لگانے لگے تھے اور سحر۔۔۔ ان کا دماغ ماؤف ہوتا جا رہا تھا۔ سہمی کانپتی شرمندہ سی اپنا وجود ڈھانپتی صفا چاہ کر بھی ان کے نرم و مہربان وجود سے نہ لپٹ سکی۔ اس نے تو سوچا بھی نہ تھا کہ اس کی عزت بچاتے بچاتے اتنے شریف لوگوں کی عزت کی دھجیاں اُڑ جائیں گی۔ اسے معلوم تھا کہ اب اس کا بولنا' اس کا چیخنا سب بیکار تھا۔ وہ اسید کی ٹیرس پہ تھی اور یہ اسید کے خلاف سب سے بڑا ثبوت تھا۔ اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو سارا منظر دھندلانے لگے تھے۔

ہمارے معاشرے کا سب سے بڑا المیہ یہی ہے کہ جب کوئی اچھی بات ہو۔ کسی میں کوئی اچھائی ہو گی تو اسے صرف اچھی قسمت جان کر' کہہ کر چھپانے اور دبانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ مگر کہیں کسی کی کوئی برائی پتا چل جائے تو پوری طرح تصدیق نہ ہونے کے باوجود بھی وہ قصہ زبان خاص و عام پہ ہوتا ہے۔ جنگل کی آگ کی طرح پھیل جاتی ہے بات۔ پوری کالونی نے بچیوں کو سحر محمود کے گھر آنے جانے سے منع کیا تھا۔ ان کی تمام تر نیکیوں کو رد کر کے اس غلطی کو صحیح مان کر انہیں سزا سنا دی گئی' جس کے بارے میں کوئی بھی ٹھیک سے نہ جانتا تھا۔ صرف اللہ ان کی سچائی جانتا تھا۔ مگر یہاں صرف اسی پر آنکھیں بند کر کے یقین کیا جاتا ہے جو ظاہر ہوتا ہے۔

✲ ✲ ✲

ثمن نے راحت کو فون کر کے ساری بات بتانے میں ذرا بھی شرم محسوس نہ کی تھی' وہ مرا مرا وجود لیے چہرہ چھپائے گھر میں آئی تھیں اس بار۔

"چاچی! دیکھ لے' کیسا منہ کالا کیا ہے ساری برادری میں تیری لاڈلی نے۔" شل وجود لیے وہ صوفے پر ڈھے سی گئیں۔ جب ساحر نے آ کر ان کو ایک اور کوڑا دے مارا۔ انہیں روح تک چھلتی ہوئی محسوس ہوئی۔

"سارا محلہ تھو تھو کر رہا ہے چاچی۔ یہ تو شکر ہے کہ کھٹکا سن کر میں اوپر چلا گیا اور موقع پہ سب کچھ سنبھال لیا ورنہ۔" وہ بولے چلا جا رہا تھا کہ راحت نے ٹوک دیا۔

"صفا کہاں ہے؟" انہیں خود اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔

"کہاں ہو گی؟ خود سے نظریں ملانے تک کے تو قابل نہیں چھوڑا اس نے۔ آپ کے کمرے میں خود کو بند کر رکھا ہے اس نے۔" منہ بناتے ہوئے اس نے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ تم لوگ جاؤ اب۔" وہ شاید اب بیٹی سے اکیلے میں بات کرنا چاہتی تھیں۔ زندگی میں پہلی بار انہوں نے ساحر سے رکھائی سے بات کی تھی' وہ ہونقوں کی طرح ان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا مطلب چاچی؟ میں کہاں جاؤں گا۔ اتوار کو جرگہ ہے۔ ہماری طرف سے اور تو کوئی مرد ہے نہیں۔ تو میں ہی جاؤں گا۔"

"جرگہ۔" ان کا دل کانپ اٹھا۔

"ہاں چاچی! صفا میری عزت ہے۔ ہمیشہ اسے چاہا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے ساتھ ساتھ میں اس اسید کو بھی معاف کر دوں۔ جرمانہ تو وصول کر کے ہی رہوں گا۔"

"مگر اس کی کیا ضرورت تھی' عزت تو اور زیادہ خراب ہو گی اس سے۔ اس طرح تو بات گاؤں والوں کے سامنے بھی کھل جائے گی۔" شدید کرب تھا جو ان کے لہجے میں بول رہا تھا۔

"عزت بچی کون سی ہے چاچی۔" وہ مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے بولا۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔ کمرے کی طرف بڑھتے قدم سو سو من وزنی ہو رہے تھے۔ مگر۔۔۔

٭ ٭ ٭

وہ دودھ گرم کرکے کمرے میں آئیں تو وہ ہمیشہ کی طرح اپنی کرسی پہ بیٹھا لیپ ٹاپ پہ مصروف تھا۔ وہ بے حد مضمحل نظر آرہا تھا۔ اس کی اندرونی ٹوٹ پھوٹ کا اندازہ اس کی ظاہری شخصیت سے وہ بخوبی لگا سکتی تھیں۔ ان چند دنوں میں ہی وہ بالکل بجھ سا گیا تھا۔ ہلکی ہلکی بڑھی شیو اسے مزید پریشان ظاہر کرتی تھی۔

انہوں نے گلاس میز پر رکھا تو وہ چونک پڑا۔

"اسید! کوئی تمہارا یقین کرے نہ کرے بیٹا۔ مجھے تم پر یقین ہے۔" انہوں نے نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"مجھے اپنی فکر نہیں ہے امی! میں پھر بھی مرد ہوں۔ مرد ہمارے معاشرے میں چاہے کچھ بھی کرے لوگ انگلی اٹھانے سے ڈرتے ہیں مگر صفا۔" وہ رکا تھا۔

"صفا کے ساتھ بہت برا ہوا امی! وہ کتنی معصوم اور پاکیزہ سی تھی۔ اتنی ذلت اتنی بدنامی۔" سحر محمود نے اس کی آنکھوں کے کونے بھیگتے محسوس کیے تھے۔

"ایک لڑکی کی سب سے بڑی متاع اس کی عزت ہی ہوتی ہے امی اور ایک بار اس متاع کو کھودے تو وہ بے وقعت ہو جاتی ہے۔"

"ہم جانتے ہیں اسید! کہ وہ بے گناہ ہے۔" امی نے اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیریں اسے سکون سا ملا۔

"دنیا نہیں مانتی امی! نہ ہی مانے گی۔ میں نے دیکھا ہے 'بابا کے بعد کس طرح آپ نے میری پرورش کی' اور دنیا کی ہوس بھری نگاہوں کی تپش سے اپنے دامن کو محفوظ رکھا۔ لیکن صفا۔۔۔ اس کا معاملہ الگ ہے امی! وہ تو گھر کے شیطان کی وجہ سے اس ذلت کا شکار بنی ہے۔" وہ بے حد دکھی تھا۔ سحر جانتی تھیں اپنے بیٹے کو۔ دوسروں کی پریشانی پہ وہ ایسے ہی تڑپ اٹھتا تھا۔

"جرگہ ہے نا پرسوں۔ دیکھو کیا فیصلہ سناتے ہیں۔ سب کچھ کلیئر ہو جائے گا۔" امی نے اسے ڈھارس۔

"یہی بات تو پریشان کر رہی ہے مجھے امی! یہاں ساری برادری ان ہی لوگوں کی ہے۔ ہماری طرف سے بس ماموں ہی ہوں گے۔ ایسے میں کیا آپ کو لگتا ہے کہ کوئی ہماری بات سنے گا۔ پھر محلے والوں کا رویہ آپ کے سامنے ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ ہر ایک کی گواہی ہمارے خلاف ہی جائے گی۔ ایسے میں 'میں تو پیسے دے کر جان چھڑا لوں گا۔ زیادہ سے زیادہ چند لاکھ روپوں کا جرمانہ ہی لگے گا۔ مگر صفا' صفا ساری عمر کے لیے ذلت اپنی پیشانی پہ کندہ کروالے گی۔ کون قبولے گا اسے۔ اتنی اچھی لڑکی کے ساتھ ایسا کیوں ہوا امی؟" وہ بس اسے دیکھ کر رہ گئیں۔ کچھ بول ہی نہ پائیں۔ جواب تو خود ان کے پاس بھی نہ تھا۔

٭ ٭ ٭

"صفا!" تیسری دستک پہ جب ماں کی بجھی بجھی آواز بھی اسے سنائی دی۔ تو اس نے بھاگ کر دروازہ کھولا تھا۔ ماں کا شفیق وجود سامنے پاتے ہی وہ ان سے لپٹ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ وہ اسے ساتھ لگائے اندر آئیں۔ پھر اسے خود سے دور کرتے ہوئے دروازے کی کنڈی چڑھادی۔ اسے ہاتھ سے پکڑ کر جھٹکے سے بیڈ پر گرایا اور خود بھی اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"اللہ پوچھے تم سے صفا۔ تم نے مجھے کہیں کا نہیں چھوڑا۔" الفاظ تھے یا زہر میں بجھے تیر۔ اسے سارے وجود میں زہر پھیلتا محسوس ہوا۔ اس کے ایک ایک عضو نے تڑپ کے چیخ ماری اور کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ وہ جانتی تھی وہ بے لباس ہو چکی تھی۔ عزت پہ داغ پڑ جائے تو انسان یونہی تو ہو جاتا ہے بے لباس' برہنہ۔ لیکن اسے پورا یقین تھا کہ جب ماں آئے گی تو پورے یقین سے اسے گلے لگائے گی اور اپنے نرم دلاسوں بھرے لفظوں سے اس کی روح کو پیراہن بخشے گی۔ مگر انہوں نے۔۔۔ انہوں نے اس کی برہنہ روح کو طمانچہ دے مارا تھا۔

"موت واقعی ڈرنے کی چیز نہیں ہے۔ ڈرنے کی چیز تو واقعی زندگی ہے۔ کاش یہ زندگی ابھی ختم ہو جائے۔"

ریزہ ریزہ ہوتی روح بلبلائی تھی۔

"میرے پاس اور تھا بھی کیا صفا' کیوں کیا تم نے میرے ساتھ ایسا۔ کیوں؟" دونوں کاندھوں سے پکڑ کر انہوں نے بت کو جھنجھوڑ کے رکھ دیا تھا۔ بت کی بس صرف آنکھیں چھلکی تھیں۔ اس کے ساکت وجود نے اور کوئی حرکت نہ کی تھی۔ بت بھی روتے ہیں...؟

اسے آج پتا چلا تھا کہ موت کی سردی کیا ہوتی ہے۔ جب وہ شخص ہی آپ کا اعتبار کھودے جو آپ کے جسم' آپ کی روح کا ہی ایک حصہ ہو تو احساسات ایسے ہی سرد سی موت مرجاتے ہیں۔ یہی کچھ ہوا تھا ابھی صفا ماں کے ساتھ' موت کی سی سردی اس کی روح تک میں سرایت کر گئی تھی۔

"کتنی مشکل سے میں نے یہ عزت بنائی تھی۔ یہ مقام حاصل کیا تھا۔ مگر تم نے سب ایک جھٹکے سے ختم کر دیا" کوئی خنجر جیسے اس کے دل میں پیوست ہوا۔ اسے بے طرح تکلیف محسوس ہوئی۔

"مجھے تو تم پر اتنا اعتبار تھا کہ جب محسن نے مجھے بتایا تو مجھے یقین ہی نہ آیا۔" اس نے نظریں اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا مگر صرف دھندلا عکس ہی نظر آیا۔

"کہاں ساحر کو دیکھ کر گھبرا جانے والی میری صفا اور کسی بالکل انجان لڑکے سے..." ماں کے بارے میں جو کچھ پڑھا تھا جو کچھ سوچا تھا' اس نے آج اسے سب غلط لگا۔ مائیں بیٹیوں کے دکھ جان لیتی ہیں۔ کیسی ہوتی ہیں وہ مائیں۔ غم کی اس حالت میں بھی اسے رشک آنے لگا تھا ایسی لڑکیوں پر جن کی مائیں ان کو سمجھتی ہیں۔

"اب پرسوں جرگہ ہے۔" انہوں نے لمبی سانس کھینچ کر جیسے خود کو سنبھالا کیا تھا۔

"ساحر اب بھی تمہیں اپنانے پہ تیار ہے۔ تم بس جرگہ میں یہ بیان دے دینا کہ اسید نے سحر کے ساتھ مل کر تمہیں ورغلایا اور اپنے جال میں پھنسا لیا۔ اس طرح کم از کم کچھ تو فائدہ ملے گا تمہیں۔ زیادہ رسوائی ان ہی کے حصے میں آئے گی۔" ان کا لہجہ ایسا تھا جیسے وہ اپنی کسی شاگرد کو سبق سمجھا رہی تھیں۔

"کسی بے گناہ پہ تہمت لگانے کا انجام جانتی ہیں امی۔" نہ جانے کہاں سے اس میں اتنی ہمت آ گئی تھی۔ مگر وہ خود بھی جانتی تھی کہ یہ ہمت اسید اور سحر آنٹی کا نام سن کر ہی اس میں پیدا ہوئی تھی' راحت نے ایک تیز نظر اس پر ڈالی تھی۔

"تہمت تب ہوتی ہے۔ جب کوئی آپ پر الزام لگائے۔ کسی کو پتا نہ ہو۔ یہاں سارا محلہ گواہ ہے۔ اب کیوں کھلواتی ہو میری زبان۔" انہوں نے ایک ہاتھ سے اس کے چہرے کو پکڑ کر اس کے دونوں گالوں کو زور سے بھینچا تھا۔ مگر اسے تکلیف نہ ہوئی تھی۔ روح کے زخم اس قدر گہرے تھے کہ جسمانی زخموں کی کوئی اہمیت ہی نہ رہی تھی۔

"سب سے بڑا گواہ اللہ ہے امی اور اسے نہ دیکھنے کی ضرورت نہ سننے کی۔ وہ سب جانتا ہے۔" راحت کو حیرت ہوئی تھی' وہ کس قدر دیدہ دلیری سے بات کر رہی تھی جب بات اسید اور اس کی ماں پر آئی تھی' انہوں نے پوری طرح سے ان کی بیٹی کو اپنے جال میں پھانسا تھا۔

"اللہ کے فیصلوں کا آخرت تک انتظار کون کرتا ہے۔ یہیں اس دنیا میں ہی لوگ گواہ ہوتے ہیں۔ ثبوت دیتے ہیں گواہی دیتے ہیں۔ سزا اور جزا کا فیصلہ سناتے ہیں۔"

"کبھی کبھی اللہ پاک اسی دنیا میں بھی فیصلہ سنا دیتے ہیں امی۔ کیونکہ یہ ضروری ہو جاتا ہے۔ نیک لوگوں کی آہ میں بہت اثر ہوتا ہے۔"

"کاش کہ پھر کچھ ایسا ہو جائے صفا! کہ میں تمہارا یقین کر سکوں' تمہارے ہاتھوں مٹی میں ملا میرا اجلا دامن پھر سے شفاف ہو سکے۔" انہوں نے دعا کی تھی۔ صفا کی آنکھوں سے بہتے آنسو مزید تیز ہو گئے۔

"پھر بھی یہ جرگہ تو بھگتنا ہی ہے۔ جو میں نے کہا ہے وہی کرنا۔ اس طرح اسید اور اس کی ماں کو جرمانے کی اچھی خاصی رقم دینی پڑ جائے گی۔ یہ ایک بہت اچھا سبق ہو گا ان ماں بیٹے کے لیے۔" انہوں نے بات ختم کر دی۔ وہ بھی بس انہیں دیکھ کے رہ گئی۔

"اور ہاں۔" وہ جاتے جاتے مڑیں۔ "پرسوں جرگے کے فوراً بعد ہی تمہارا نکاح ساحر سے کروا دوں گی۔ اب زیادہ دیر میں تمہارا بوجھ اپنے کمزور کندھوں نہیں سہار سکتی۔" وہ چلی گئیں اور صفا پھوٹ پھوٹ کے رو دی تھی۔

☆ ☆ ☆

کئی دن کی ٹینشن اور صحیح طرح سے نیند پوری نہ ہونے کی وجہ سے اس کی طبیعت بے حد بوجھل تھی۔ رات کے بارہ بج رہے تھے۔ مگر نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ سر میں بھی شدید درد تھا۔ کروٹ پہ کروٹ بدلتے بدن بھی جیسے ٹوٹنے لگا تھا۔ تنگ آکر اس نے تکیہ دور اچھال دیا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ تب ہی سرہانے رکھی ننھی سی چیز چمکی تھی۔ اس نے دیکھا' موبائل فون وائبریٹ کر رہا تھا۔ اسکرین پر سحر آنٹی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔ اسے شدید حیرت ہوئی تھی۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے کال ریسیو کرلی تھی۔

"صفا۔" نرم و ملائم شفیق لہجے نے اسے بالکل اسی طرح پکارا تھا جو اس کا خاصا تھا۔ وہ بکھرنے لگی۔ سحر نے شاید اس کی سسکی سن لی تھی۔

"مجھے تم دونوں پہ کامل یقین ہے بیٹا! جو کچھ بھی ہوا اچھا نہیں ہوا۔ مگر پتا ہے کیا؟ اتنا برا بھی نہیں ہوا۔ کیونکہ نہ صرف میرے لیے بلکہ اسید کے لیے ہماری عزت سے زیادہ تمہاری عزت معنی رکھتی ہے۔" اس کے دل نے ایک دھڑکن مس کی تھی۔ آنسوؤں میں اور تیزی آگئی۔ محبتوں سے گندھے ان غیروں نے اس کا یقین کیا تھا۔ وہ بھی تو ماں تھیں اپنے بیٹے پہ شک کر سکتی تھیں' مگر انہوں نے تو اس لڑکی کا بھی یقین کیا تھا جو ان کی اولاد نہ تھی' لیکن جسے انہوں نے اپنی اولاد کی طرح ہی مانا تھا۔

"میرا کیا ہے۔ اتنی عمر کٹ گئی۔ تھوڑی سی باقی ہے' یہ بھی کٹ جائے گی۔ اسید کا بھی مسئلہ نہیں۔ وہ مرد ہے اور مرد کے لیے ہمارے معاشرے میں سب جائز ہے۔ لیکن۔" وہ کچھ دیر رکیں اور اسے یہ چند گھڑیاں جیسے صدیوں پہ محیط لگیں۔

"مسئلہ تمہارا ہے صفا! تمہاری عزت پر جو داغ لگا' وہ کبھی نہیں مٹ سکے گا اگر وقت پر نہ دھویا گیا۔" کافی دیر بعد انہوں نے کہا۔

"عزت پہ لگا داغ کیا دھل سکتا ہے سحر آنٹی؟" اس کے لہجے میں نمی تھی۔

"عزت اور ذلت دینے والی صرف اللہ کی ذات ہے بیٹا۔ اسے ہی فیصلہ کرنا زیب دیتا ہے۔ ہم تو خاکی بندے ہیں' اس کے فیصلوں پہ چاہے روئیں' چاہے مسکرائیں' قبول کرنے کے علاوہ ہمارا کوئی اختیار نہیں' اور اگر تم ایک پل کے لیے بھی ساری پریشانی بھول کر سوچو۔ تو تم اس رب کے آگے سر بہ سجود ہو جاؤ۔ اس نے تمہاری عزت پہ داغ نہیں لگنے دیا۔ حالات کچھ بھی بنے ہوں اور فائدہ کسی نے بھی اٹھایا ہو' اب یہ سب عارضی ہے۔ سچائی کس قدر بھی کمزور دکھائی دے' یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ ہارتی کبھی نہیں۔ ایک نہ ایک دن جیت سچائی کی ہی ہوتی ہے۔ تمہیں بس صبر کر کے اس وقت کا انتظار کرنا ہوگا صفا!"

کس قدر شفیق تھیں وہ۔ صفا کا دل چاہا کہ بھاگ کر جائے اور ان کی نرم سی شخصیت میں پناہ لے لے۔

"میرے لیے تو شاید ساری عمر یہ داغ مٹانا اب ناممکن ہو آنٹی۔ بلکہ قدرت کا فیصلہ تو دیکھیں کہ جس شخص نے میری عزت پہ ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی۔ اسے ہی میرا مسیحا مان کر ساری عمر کے لیے اس کا احسان مند بنایا جا رہا ہے۔" وہ پھر سے سسکنے لگی۔

"کیا مطلب صفا؟ مجھے پوری بات بتاؤ؟" نہ جانے کیوں ان کے دل نے کچھ غلط ہونے کا الارم دیا۔

صفا نے ان کے تسلی دینے پہ راحت کی جرگہ اور ساحر سے شادی کے متعلق تمام بات ان کو بتا دی۔

"تمہاری امی نے ساحر کی بات مان لی!" وہ واقعی حیران تھیں۔

"شکر خدا کا میں نے ان سے کوئی بات نہ کی۔ میں تو سمجھی وہ ضرور تمہارا یقین کریں گی۔ ایک بیٹی کو بھلا اس کی ماں سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟" ان کے لہجے میں

دکھ تھا۔

"آنٹی شاید میری عزت پہ لگا یہ عارضی داغ کبھی بھی صاف نہ ہو پائے۔ کیونکہ میرے خلاف سب سے بڑی گواہی میری ماں کا مجھ پہ یقین نہ کرنا ہے۔" اس کے لہجے سے بخوبی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کس قدر بکھری ہوئی تھی۔

"رشتے خود عارضی ہیں بیٹا، کبھی کوئی رشتہ ابدی ثابت ہوا ہے۔ سوائے بندے کے اس کے اپنے رب سے تعلق کے۔ رشتے تو آزمائش ہیں۔ ہمیں مکمل طور پہ بس اللہ ہی جانتا ہے۔ اور وہی سب کے لیے کافی ہوتا ہے بیٹا، ظالم کے لیے بھی، مظلوم کے لیے بھی۔" انہوں نے اس کو کس طرح سہارا دیا تھا۔ دکھ کچھ کم ہونے لگا تھا۔ وہ اس کی رشتہ دار نہ تھیں۔ مگر اسے سمجھتی تھیں۔ انہیں اس پر اعتبار تھا۔

"راحت بھی تمہاری ماں ہیں۔ وہ بھی تمہارا برا نہ چاہیں گی مگر مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس وقت بے خبر ہیں اور سچ کہوں تو میں نے بھی ہمیشہ تمہیں اپنی بیٹی مانا ہے۔ ہمیشہ مجھے ایسا لگا جیسے تمہیں مجھ سے ملا کر اللہ نے میری بیٹی کی خواہش پوری کر دی ہے۔ صفا تم سن رہی ہو بیٹا۔"

"جی آنٹی۔"

"کیا میری ایک بات مانو گی؟"

"میں پوری کوشش کروں گی آنٹی!"

اور پھر دوسری طرف سے سحر آنٹی کو سنتے سنتے اس کی آنکھیں پوری طرح کھل چکی تھیں۔ منہ بھی کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"اس بات کی بھنک بھی اسید کو نہیں پڑنی چاہیے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں بیٹا۔ بس اللہ کرے یہ جرگے والا معاملہ سلیقے سے نبٹ جائے۔" وہ تو کچھ بول ہی نہ پائی۔ سحر محسود نے دعائیں دیتے ہوئے اسے خدا حافظ کہا اور فون بند کر دیا۔ چاہ کر بھی وہ دوبارہ سو نہیں پائی تھی۔

☆ ☆ ☆

جرگہ میں زیادہ تر ساحر کی برادری کے ہی لوگ تھے۔ اسید کی طرف سے صرف اس کے ماموں اور دور کے ایک چاچا اپنے جوان بیٹوں کے ہمراہ شریک ہوئے تھے۔ اسید کے قرآن پاک پہ ہاتھ رکھ کر قسم کھانے نے سب کے ستے چہروں کو قدرے اطمینان بخشا تھا۔ مگر پھر ساحر اور دوسرے محلے والوں کی گواہی سے یہ اطمینان جاتا رہا تھا۔

سحر گاڑی میں ہی بیٹھی یہ سارا منظر دیکھ رہی تھیں۔ ان کی نگاہیں صفا پہ جمی تھیں۔ وہی ان کے اور ان کے بیٹے کے کردار کو بچا سکتی تھی۔ ان کے دامن پہ گرے چھینٹے صاف کر سکتی تھی۔ لیکن اس وقت وہ چونکیں، جب برادری کی عورتوں نے اس کے قرآن پاک کی قسم کھانے پہ عذر دیا۔ انہوں نے واضح طور پہ ساحر کو چونکتے دیکھا تھا۔ ایک بے گناہ قرآن پاک پہ ہاتھ رکھنے سے جھجک کھا جائے سہم کے، ڈر کے تو ضرور کوئی نہ کوئی بات تو ہوگی نا، ساحر جیسا شاطر انسان بھی صحیح سمجھا تھا۔ سحر کے لبوں پہ مطمئن سی مسکراہٹ مچل گئی۔

"میں ایسی حالت میں ہوں کہ اس پاک کتاب کی قسم کھا کر خود کو عذاب الٰہی کے قابل نہیں بنا سکتی۔ اس لیے میں اپنے گناہ کا ——— اعتراف کر سکتی ہوں۔ اس رات واقعی میں اسید محسود سے ملنے ہی ان کی چھت پہ گئی تھی۔" وہ مضبوط لہجے میں بولنے لگی۔ ساحر کے چہرے پہ اب کمینی سی مسکراہٹ رقص کرنے لگی تھی اور اسید اس کا تنا تنا سا چہرہ مزید تن گیا تھا۔ غصے سے اس کی آنکھیں لال پڑنے لگیں۔ اس کی نظریں صفا پہ جمی تھیں۔ صفا نے نظروں کا زاویہ بدل لیا تھا۔

"ہم کبھی اپنی حد سے آگے نہیں بڑھے۔ خدا گواہ ہے کہ میں اسید محسود سے بہت محبت کرتی ہوں اور اس واقعہ کے بعد تو خصوصاً" اب کسی اور مرد کے بارے میں سوچنا بھی میرے لیے جاں گسل ہے۔" سارے مجمع میں سرگوشیاں سی ابھریں۔

"میری تمام بزرگ لوگوں سے درخواست ہے کہ اب اس واقعے کے بعد شاید ہی کوئی عزت دار مرد مجھے

قبول کرے اور شاید کوئی کر بھی لے مگر سب اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں کہ مجھے وہ عزت اور احترام کبھی نہیں مل سکے گا۔ اسید محمود آج اپنے وعدوں اور قسموں سے مکر رہا ہے، میری زندگی تباہ کر کے یہ اب مجھ سے جان چھڑا کر اپنی پاک دامنی بچانا چاہتا ہے۔ مجھے امید ہے جرگہ انصاف پہ مبنی فیصلہ کرے گا۔" اسید کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس لڑکی کا گلا دبا دے۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا جس لڑکی کے لیے سوچ سوچ کر وہ پریشان ہو تا رہا تھا۔ وہ یوں کھلے عام اس کی عزت کی دھجیاں اڑا کے رکھ دے گی۔ ادھر اس کے مطالبے پہ ساحر کے بھی ہوش اڑ چکے تھے۔

"یہ بات غلط ہے۔ ان دونوں کو سزا دی جائے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"سزا کیسی۔ ان دونوں نے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی جس قدر بھونگا (تاوان) آپ لوگ کہیں گے ہم بھرنے کے لیے تیار ہیں اور ان دونوں کے لیے یہی سزا کافی ہو گی کہ ان کو ہمیشہ کے لیے بندھن میں باندھ دیا جائے۔" اسید کے چاچا نے پہلی بار مداخلت کی تھی۔

"مگر چاچا۔" اس نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے کچھ بھی کہنے سے منع کر دیا۔

"جو کچھ تم نے کیا، وہ کافی ہے اسید بچے، اب ہمیں اپنی ذمہ داری سنبھالنے دو۔" اسید کو خاموش کرانے کے بعد وہ دوبارہ جرگہ کے ممبران کی طرف متوجہ ہوئے۔

"میرے خیال میں تو لڑکے کے والدین اور لڑکی کے والدین کو بھی اس فیصلے پر کوئی اعتراض نہ ہونا چاہیے۔" جرگہ کے معتبرین نے بھی اسید کو فرماں برداری سے سر جھکاتا دیکھ کر آپس میں صلاح شروع کر دی تھی۔

"لیکن ہمیں یہ فیصلہ منظور نہیں، بہتر یہی ہے کہ بھونگے کی رقم مقرر کی جائے اور بس۔" ساحر ایک مرتبہ پھر چلایا۔

"لیکن اس طرح برائی زندہ رہے گی۔ آج یہ لڑکی یوں سرعام اپنے عشق کا اعلان کر رہی ہے، کل یہ کوئی اور قدم بھی اٹھا سکتی ہے اور خصوصاً" شادی کے بعد اس طرح کا قدم مزید گناہ پھیلانے کے مترادف ہو گا۔ ابھی یہ لوگ کسی گناہ کے مرتکب نہیں ہوئے۔ سو دانش مندی یہی ہے کہ اب لڑکا اس لڑکی سے شریعت کے عین مطابق شادی کرے اور لڑکی کے گھر والوں کو ریت کے مطابق تاوان بھی ادا کرے۔" سب سے معمر ترین رہنما نے دلائل دیے تو باقی ممبران بھی اثبات میں سر ہلانے لگے۔

"آپ لوگ سزا کے طور پہ جتنی بھی رقم مقرر کریں گے۔ آج شام تک ہی ادا کر دی جائے گی۔ آپ گواہ کے طور پہ کوئی بھی ثالث مقرر کر سکتے ہیں۔ اور میں چاہوں گا کہ نکاح کا اہتمام بھی آج ہی کر لیا جائے تو بہتر ہے۔ نکاح و شادی میں سادگی تو ویسے بھی سنت رسول ہے۔" اسید کے ماموں نے گفتگو میں پہلی بار حصہ لیا۔ ساحر اس بار خاموش رہا تھا۔ ورنہ جس ہوشیاری سے صفا اس کے ہاتھ سے نکلی تھی۔ کوئی بعید نہ تھا کہ رقم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتا۔ دل ہی دل میں کڑھتے اس نے بھی فیصلے کو قبولیت کی سند بخش دی تھی۔

"ٹھیک ہے تو آج شام سات بجے تک اسید محمود مسماۃ صفا بی بی کے گھر والوں کو تین لاکھ پچاس ہزار کی نقد رقم بھی ادا کرے گا اور آج ہی کی شام سادگی سے ان دونوں کے نکاح کی تقریب بھی کالونی کی مسجد میں ادا کی جائے گی اور لڑکے کو گھر بھی کسی اور جگہ لینا پڑے گا۔ مطلب رہائش اس علاقے سے دور کہیں اختیار کرنی پڑے گی، تاکہ آگے کسی تنازع کا باعث نہ بن سکے۔" انہوں نے فیصلہ سنا دیا تھا۔ اسید غصے سے مٹھیاں بھینچتا کھڑا ہوا تھا۔ اور گاڑی میں بیٹھی ساری کارروائی دیکھتی سحر محمود کے ہونٹوں پہ مطمئن سی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

"صفا"

آتشی گلابی رنگ کے عروسی ملبوس میں سکڑی سمٹی

نازک سی صفا بے شک اس وقت زندگی کے سب سے خوب صورت بندھن میں جڑی تھی۔

"شہزادے بھی کبھی ملا کرتے ہیں؟" انہونی ہی تو تھی۔ تبھی تو اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اس نے اپنے تمام حقوق 'اپنی زندگی کسی اور کے نام کر دینے کی قبولیت دی تھی۔ پلکوں پہ دھرے خواب کی تعبیر قریب تھی 'مگر ایک انہونی کا خوف بھی دل دھڑکا رہا تھا۔ وہ تو جیسے دور کہیں آسمانوں کی باسی ٹھہری تھی۔

"صفا۔" راحت نے اسے بازو سے پکڑ کر ہلکے سے جھنجھوڑا۔ وہ چونک گئی۔ نم آنکھیں ماں کے چہرے پہ پڑیں۔ جہاں چند ہی دنوں میں بڑھاپا ناچنے لگا تھا۔

"تو کیا اس کا نام ان کے لیے بیوگی سے بھی بڑھ کر تھا؟" اس نے خود سے سوال کیا۔

"عزت دار کو عزت سے زیادہ بھلا کیا چیز عزیز ہو سکتی ہے؟" دل نے بلا تامل جواب دیا تھا اور اس بات کی وہ خود گواہ تھی کہ اس کی ماں نے ساری عمر اسی عزت 'اسی نام کی حفاظت کی تھی 'تب ہی تو تائی امی کے ناروا سلوک کے باوجود وہ ان سے رابطہ رکھتیں 'تاکہ کسی نہ کسی طرح ساحر کا آنا جانا رہے اور کسی مرد کی ڈھارس ان کے سر پر ہو 'تاکہ کسی کو بھی اکیلا سمجھ کر ان پہ یا ان کی بیٹی پہ نظر ڈالنے کی ہمت نہ ہو۔ لیکن اس بے خبری میں ہی ماری گئیں۔ گھر کا محافظ ہی ان کی عزت پہ نظریں لگائے بیٹھا تھا۔

"امی۔" وہ ان سے لپٹ گئی۔ بکھرنے لگی 'سسکنے لگی۔ راحت اس مہکتے وجود کو اس بار نہ روک سکی تھیں۔ ممتا مچل اٹھی تھی اور پھر ان کا تھا ہی کون۔ صرف دو سال کی تھی صفا 'جب عبدالرحمان کا انتقال ہوا تھا 'تب سے صرف وہی رہی تھی ان کی زندگی کا محور۔ سانس سانس اس کے وجود سے اٹھتی مہک اپنے اندر اتارتے ہوئے انہوں نے آرام سے اسے خود سے الگ کیا۔

"صفا! میں آج تم سے کوئی گلہ نہیں کروں گی۔ مائیں جس قدر بھی خفا ہو جائیں 'اس رات ان کا دل سخت نہیں ہو پاتا۔ بہت ارمان تھے میرے 'مگر۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رکیں۔ اس نے نظریں اٹھا کر ماں کی طرف دیکھا۔ کتنا روپ آیا تھا اس پر 'وہ ننھی سی گڑیا جسے کبھی وہ بڑی چاہ سے ہر نمونے کے فراک پہنا کر طرح طرح کے ہیئر اسٹائل بنا کے سنوارا کرتی تھیں۔ اور ہمیشہ ہی وہ پہلے سے منفرد اور خوب صورت نظر آتی 'لیکن آج ان کی گڑیا کا یہ روپ کسی بھی روپ سے انوکھا اور بہترین تھا۔ گو کہ سحر نے اس کے لیے بہترین سامان اور بیوٹیشن بھیجے تھے۔ لیکن اس نے سادہ سا میک اپ کروایا تھا۔ پھر بھی اداسی بھرا گلابی گلابی سا پیکر گلابی پیراہن میں پریوں کی طرح نکھر رہا تھا۔ مزید اجاگر ہو رہا تھا۔ انہوں نے دل ہی دل میں اس کی نظر اتاری۔

"تم ایک بار مجھ پر بھروسا تو کرتیں۔ تو میں خود اسید جیسے لڑکے کو کبھی نہ ٹھکراتی صفا۔ مگر تم نے غلط راستہ چنا۔" ان کے لہجے میں دکھ تھا۔

"نہیں امی۔ اللہ گواہ ہے میں نے یہ راستہ بہت سوچ سمجھ کر چنا اور جس دن آپ کو حقیقت پتا چلی 'آپ مجھے غلط نہیں کہو گی امی۔" اس نے مہندی سے عاری ہاتھوں سے ماں کے ہاتھ تھامے تھے۔ بیوٹیشن کے بے حد اصرار پہ بھی اس نے مہندی لگوانے سے انکار کر دیا تھا۔ اور کیوں کر لگواتی کہ نہ کوئی سکھی تھی 'نہ کوئی خوابوں کی تعبیر سی شادی۔ ایک حادثہ ہی تھا جو رونما ہوا تھا۔ اس کی تو ماں بھی جیسے زبردستی اس کی شادی میں رکی ہوئی تھیں۔ نہ کوئی ارمان 'نہ کوئی تفکر۔ ان کے چہرے پہ تو ناراضی تھی۔ مان ٹوٹنے جانے کا کرب تھا اور صفا رحمان کے حصے میں آئی تھیں کچھ بھولی بسری دعائیں 'جو شاید اس کی ماں کے دل کے کسی کونے میں ابھی تک سانس لے رہی تھیں۔

اور جو رات لڑکی کی آنکھوں کو کئی خواب دے کر جگمگا دیتی ہے۔ وہ رات صفا کو مستقبل کی فکر دے گئی تھی۔ اس نے جو کھیل کھیلا تھا 'اس کا انجام کیا ہونا تھا۔ اس رات جب حیا کی لالی عورت کے چہرے کو مزید سنگھار بخشتی ہے۔ اس کے خوب صورت چہرے

پر تفکر چھا رہا تھا۔

نکاح کے بعد وہ لوگ ابھی ابھی مسجد سے لوٹے تھے۔ چاچا اور ماموں لوگوں کو امی کے ساتھ لاؤنج میں چھوڑ کر وہ اوپر اپنے کمرے میں چلا آیا۔ حیرت کا ہلکا سا جھٹکا لگا تھا اسے کمرے میں داخل ہوتے ہی' کمرے کی سیٹنگ تبدیل کی گئی تھی۔ اور جگہ جگہ پھولوں کی شکل میں سجائے گئے تازہ گلاب کے پھول' جیسے عجیب سا فسوں پھونک رہے تھے ماحول میں۔ بیڈ کے چاروں طرف کانچ کی ننھی منی موتیوں جیسی شکل کی لڑیاں جھلملا رہی تھیں۔ وہ محو حیرت تھا کہ امی آئیں۔ اسے یوں حیرت سے سب دیکھتا پا کے وہ دھیرے سے مسکرا دیں۔

"اچھا لگ رہا ہے نا اسید۔" ان کی شفیق آواز پہ اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

"کتنے خواب تھے نا امی آپ کے میری شادی کے حوالے سے۔ چاچا نے صحیح فیصلہ نہیں کیا' ایک بار مجھ سے تصدیق تو کر لیتے۔ انہوں نے تو میرا اعتبار ہی نہیں کیا۔"

"ہم سب کو تمہارا اعتبار ہے بیٹا اور فیصلہ صرف قبول کیا جاتا ہے یار۔ لیکن وہ صحیح ہے یا غلط' یہ ہم نہیں جانتے۔ یہ فیصلہ وقت کرتا ہے۔ اگر ہم یہ فیصلہ اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں تو اکثر سوائے پچھتاووں کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔" انہوں نے پیار سے اس کا ہاتھ تھاما۔

"اور رہی بات میرے ارمانوں کی۔ تو یقین کرو' میرا یہی ارمان تھا کہ میرے اپنوں کے ساتھ بہت ہی سادگی سے تمہاری شادی قرار پائے اور بالکل ایسا ہی ہوا۔ مجھے کوئی دکھاوا نہیں کرنا تھا۔ سنت نبویؐ کی پیروی کرنی تھی اور مجھے خوشی ہے اور اس اللہ پاک کی کریمی کہ میں کامیاب ہوئی۔"

"پھر بھی امی۔ مجھے اب سنبھلنے میں شاید کافی وقت لگے اور یہ سب۔" وہ پریشان سا دونوں ہاتھ بالوں میں پھنسائے صوفے پہ جا بیٹھا۔

"صفا نے جو کچھ میرے ساتھ کیا اسے قبول کرنا بے حد مشکل ہے میرے لیے۔ اس رات میں نے اس لڑکی کے لیے اس خبیث ساحر سے جھگڑا کیا اور پھر بھی صرف اسی کی عزت کے لیے میں پریشان رہا۔ میں مرد ہوں' مجھے ان باتوں کی کوئی پروا نہیں' لیکن اس لڑکی نے کتنی دلیری سے یوں سب کے سامنے نہ صرف اپنے بلکہ میرے دامن پہ بھی کیچڑ اچھال دی۔"

وہ کس قدر بکھرا تھا۔ وہ بخوبی سمجھ سکتی تھیں' مگر وہ بے حد سمجھ دار عورت تھیں انہیں معلوم تھا۔ مرد کے لیے مشکل کام وہی ہوتا ہے جو اس کے لیے مشکل بنا دیا جائے' عورت خواہ کسی بھی روپ میں اگر اسے دلاسا دے کہ وہ مرد ہے' اس میں ہر طرح کی صورت حال سے لڑنے کا حوصلہ ہے تو واقعی وہ ہر حال میں کامیابی پا کر رہتا ہے۔ انہوں نے بھی اس وقت یہی کرنا تھا۔ فیصلہ وقت پر چھوڑ کر بس کسی طرح اسید کو اس کی ذمہ داریوں اور فرائض کا احساس دلانا تھا۔ آہستہ آہستہ خود اس پر سچائی کھل جانی تھی اور وہ جانتی تھیں' تب ان کے بیٹے کے لیے اطمینان ہی اطمینان تھا۔

"ہم کسی کو اتنی جلدی غلط نہیں مان سکتے بیٹا۔ صفا کو میں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ بے حد اچھی لڑکی ہے۔ مجھے خوشی یہ ہے کہ تمہارے چاچا کے فیصلے سے کم از کم کسی اور کے گھر جا کر وہ ساری عمر ایک بدکردار کے طعنے کھانے سے تو بچ گئی' یقین کرو فیصلہ کچھ بھی ہوتا' تم بے قصور بھی ثابت نہ ہو پاتے۔ تمہاری سچائی کا کوئی بھی یقین نہ کرتا' مگر اس طرح پیسوں کے ساتھ ساتھ کسی کی زندگی بھی تباہ ہو جاتی۔"

"پھر بھی امی۔ مجھے نہیں لگتا' میں اب صفا کو کبھی وہ مقام دے سکوں گا اس دل اور گھر میں جو اس کا حق ہے۔"

"نہیں نہیں اسید۔ یہ بات غلط ہے بیٹا۔ فرائض تو فرائض ہیں' حالات خواہ کوئی بھی ہوں ہم فرائض ادا کرنے سے کیسے چوک سکتے ہیں اور پھر وہ فرائض جو اللہ کے بندوں کے معاملے میں ہم پر عائد کیے گئے۔

یقین کرو ان کی تو کڑی سے کڑی نگرانی ہے۔" وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے محبت سے بولیں۔ سیاہ آنکھیں ماں کی طرف اٹھیں' سرخ ڈورے اس کے اندرونی انتشار کا پتا دے رہے تھے۔

"اور مجھے میرے اسید پہ پوری طرح یقین ہے۔ وہ مجھے اور خود کو کبھی میرے خدا کے سامنے شرمندہ ہونے نہیں دے گا۔" وہ مسکرائیں۔ اسید نے چہرے سے اثبات میں سر ہلا کر ان کے یقین کو پختہ کیا تھا' لیکن یہ سچ تھا کہ اس کا دل مسلسل صفا کے خلاف جا رہا تھا۔

☆ ☆ ☆

اسے ہرگز ایسے استقبال کی توقع نہ تھی۔ تب ہی کمرے کی سجاوٹ دیکھ کر وہ حیرت زدہ رہ گئی تھی۔

"سحر آنٹی۔ یہ سب۔" بے اختیار ہی اس کے منہ سے نکلا تھا۔

"امی کہا کرو تو زیادہ اچھا لگے گا مجھے۔ اسید کی طرح عزیز ہو تم مجھے۔ سو یہ میں نے صرف تمہارے لیے نہیں کیا۔ بلکہ تم دونوں کے لیے کیا' اسید سے جڑی ہر شے مجھے اسی طرح عزیز ہے جیسے اسید۔ پھر تم تو اس کی نصف بہتر ہو۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور اسے بھی خوشیوں کی دعا دی تھی۔ وہ اب حلیہ تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ رہی تھی' مگر جیسے ہی باتھ روم تک پہنچی۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا اور سفید آرام دہ لباس میں ملبوس اسید مسعود باہر نکلا۔ اسے اپنے سامنے دیکھ کر وہ ٹھٹک کر رک گیا۔ گہری نگاہ اس کے اداس مگر دلکش سراپے پر ڈالی وہ وہیں ٹھہر گیا تھا۔

"آپ یہاں تھے؟" بے اختیار ہی اس کے لبوں سے پھسلا۔

"جی۔ آپ کا کیا خیال تھا۔ اتنی دھوم دھام سے شادی ہونے کے بعد میرے ایک درجن دوست مجھے تنگ کرتے ہوئے دروازے تک چھوڑ کے جاتے۔" وہیں دروازے کی چوکھٹ سے ٹیک لگا کر سینے پر ہاتھ باندھے ہوئے اس نے طنز بھرے لہجے میں کہا۔ نظریں ہنوز صفا پہ ہی ٹکی تھیں۔ وہ شرمندہ سی ہو گئی۔ تب ہی بس کانپتی لرزتی پلکیں جھکا گئی۔ بول نہ سکی۔ اسید کے دل کو کچھ ہوا۔

"ادھر آؤ۔" اس نے صفا کا ہاتھ تھاما۔ کانچ کی چوڑیاں جھنجھنا اٹھیں۔ اور اسے اپنے ساتھ صوفے پر بٹھایا۔

"میں کچھ لے ہی نہ سکا تمہارے لیے۔" وہ تیزی سے آپ سے تم تک کا سفر طے کر گیا۔ مرد کس قدر خوش قسمت ہوتے ہیں۔ سب کچھ طے کر لینے کا حق رکھتے ہیں۔ ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ اسے اسید پر رشک آیا۔

"ہاں' سچ کہوں تو اگر مجھے وقت مل بھی جاتا۔ تب بھی میں تمہارے تحفے کے لیے کچھ نہ لیتا' آئی مین منہ دکھائی کے لیے۔"

"جی میں سمجھ سکتی ہوں۔" وہ صاف گوئی سے بولی۔

"کیا سمجھ سکتی ہو؟" صفا نے اس بار بغور اسے دیکھا' وہ شاید اسے سمجھنا چاہتی تھی۔ وہ تو سوچ رہی تھی کہ اس کا سامنا ہوتے ہی اسید اسے جھنجھوڑ ڈالے گا۔ مگر اس طرح پرسکون سا انداز۔ وہ پرسکون تھا۔ مگر بڑھی شیو اور نڈھال سا وجود اس کے اندرونی انتشار کا بخوبی پتا دے رہا تھا۔ کالی سیاہ آنکھوں کی چمک ماند تھی۔ اور سرخ ڈوروں نے اس کی مغرور شخصیت کو کچھ اور رنگ بخش دیے تھے۔ وہ کوئی نام نہ دے سکی۔

"جواب نہیں ہے تمہارے پاس؟" وہ سر کے پیچھے ہاتھ باندھتے ہوئے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

"میں کوشش کروں گی اسید۔ کہ کبھی خود کو اس قابل بنا سکوں کہ آپ کو کوئی سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔ آپ خود بخود مجھے سمجھنے لگو۔" نمی پلکوں کے ساتھ ساتھ لہجہ بھی بھیگنے لگا۔

"تم نے مہندی نہیں لگوائی۔" نرم و ملائم' مرمریں سا ہاتھ مضبوط ہاتھوں نے اچانک ہی تھاما تھا ——— مگر بکھرے دل کو نہ جانے کیوں خود بخود کسی مضبوط سہارے کا احساس ہوا۔

"شادی اتنی دھوم دھام سے ہوئی کہ مہندی لگانے کا وقت ہی نہیں ملا۔" نم سے لہجے میں وہ ہلکے سے کھلکھلائی تھی۔ اسید کو اپنے چاروں طرف روشنی سی بکھرتی محسوس ہوئی۔

"مجھے نہیں معلوم صفا! کہ تم نے میرا استعمال کیوں کیا؟" وہ بھی اس کی بات پہ دھیمے سے مسکرایا۔ اور پھر بھی سانس کھینچ کر جیسے خود کو کمپوز کیا۔ اس کی اس بات پہ صفا کے اندر کچھ چھناکے سے ٹوٹا تھا۔ اس نے اس کا اعتبار توڑا تھا۔ جسے وہ دل ہی دل میں کتنے ہی بڑے سنگھاسن پہ بٹھا بیٹھی تھی۔

"لیکن میرا وعدہ ہے میں اپنے فرائض اور تمہارے حقوق کے معاملے میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ لیکن تمہاری غلط بیانی نے مجھے اندر سے اس قدر چوٹ دی ہے کہ شاید ہی کبھی میں تمہیں تمہارا اصل مقام دے سکوں اپنی زندگی میں' اپنے دل میں۔"

اسید نے صفا کے ہاتھ پہ اپنی گرفت مضبوط کی تھی۔ اور وہ جانتی تھی کہ اس نے واقعی جو کیا اس کے بعد وہ اس سے زیادہ کی حقدار تھی۔ اسید جتنا چاہتا برا کر سکتا تھا۔ مگر اس محبتوں سے گندھے مرد نے اس موم کی گڑیا کو محبت کی کن من پھوار میں بھگویا تھا۔ سارے حساب وقت پہ چھوڑ دیے تھے۔ اور اسے محبتوں کا امین بنایا تھا۔

☆ ☆ ☆

"چاچی۔ تین لاکھ روپے دیے ہیں انہوں نے جرمانے میں۔ عزت کی بات تھی۔ تو میں اس پہ چپ ہو گیا۔" اس نے پیسوں سے بھرا لفافہ راحت کے سامنے رکھا تھا۔ کان کھجاتے ہوئے نہ جانے کیوں وہ ان سے نظریں چرا رہا تھا۔ شاید وہی شرمندگی' جس نے ان کو بھی نظریں جھکانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"نہیں کسی ٹرسٹ کو دے دو۔ عزت کی نیلامی کی رقم کا میں کیا کروں گی۔" ان کی بات پہ ساحر کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"بڑا دل ہے چاچی تیرا۔" لفافہ "فوراً" سے بھی پہلے اس کی واسکٹ کی اندرونی جیب میں منتقل ہو گیا۔

"ساحر بیٹا! میں ریٹائرمنٹ لے رہی ہوں۔ سوچتی ہوں کہ یہ گھر بیچ کر دور کہیں کوئی چھوٹا سا فلیٹ لے لوں۔ تم اس سلسلے میں میری مدد کر دو۔" ان کی بات پہ اس نے ذرا سا سوچا۔

"گھر بیچنے کی کیا ضرورت ہے چاچی۔"

"کیا کروں گی اب اس گھر کا۔ پھر دونوں گھروں کے درمیان ایک دیوار کا ہی فرق ہے۔ یہاں رہوں گی تو جلتی ہی رہوں گی۔" ساحر نے دیکھا' وہ کافی کمزور لگ رہی تھیں۔ اندر ہی اندر جیسے گھل رہی تھیں وہ۔

"اب اس سے زیادہ تو میں بھی نہیں کر سکتا تھا چاچی۔ اگر صفا بیان نہ دے دیتی تو قسم سے میں تو اسے معاف کر کے ہمیشہ تیرے ساتھ ہی رکھتا۔ کبھی تجھے یوں دکھی نہ ہونے دیتا۔" اس نے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"پر تو فکر نہ کر چاچی۔ جرگے کے فیصلے کے مطابق جلد ہی ان کو گھر تبدیل کرنا پڑے گا۔ تو کیوں اس عمر میں کہیں اور خوار ہو۔ اور تو اگر اکیلے پن سے گھبراتی ہے تو جلد میں تیرے ساتھ ہی شفٹ ہو جاؤں گا۔ بس ذرا کاروبار کے سلسلے میں مصروف ہوں۔" اس کے تسلی دینے پر وہ بس سر ہلا سکی تھیں۔

☆ ☆ ☆

اسید کا زیادہ تر وقت گھر سے باہر ہی گزرنے لگا تھا۔ سحر نے بھی اسے ٹوکنے سے گریز کیا تھا۔ وہ کسی بہتر وقت کی تلاش میں تھیں۔ جب وہ اسید کے دل میں صفا کے لیے ذرا سی محبت دیکھتیں۔ تب کسک اور خلش کی ساری گرد چھٹتے ذرا دیر نہ لگتی تھی۔ صفا البتہ مزید اداس رہنے لگی تھی' اسے یوں محسوس ہوتا جیسے صرف اس کی وجہ سے اسید کو نظریں چرانی پڑتی ہیں۔ اور کسی سے بھی سامنا کرنے کے قابل نہیں رہا تھا وہ۔ ابھی بھی وہ کچن میں کام کر رہی تھی۔ اس نے خود کو حد سے زیادہ مصروف کر لیا تھا۔ تاکہ اسے اسید کے متعلق

سوچنے کا وقت کم سے کم ملے۔ مگر اس کا خیال تھا کہ اتنی مصروفیت میں بھی جگہ تلاش کر ہی لیتا۔

"صفا!" سحر کی نرم آواز پر برتن دھوتی صفا نے ان کی طرف دیکھا۔

"کتنے دن ہوئے ہیں تمہاری شادی کو۔ اور تم نے خود کو ماسی بنا کے رکھ لیا ہے بیٹا۔" انہوں نے محبت سے کہا۔

"میرا اپنا گھر ہے امی۔ اپنے گھر کے کام کرنے میں بھلا کیا وقت۔" وہ اداسی سے مسکرائی۔ کتنا روپ آیا تھا۔ اس پر۔ محبت کے رنگ الپسرائی دھنک بخش رہے تھے اس پریوں جیسی نرم و نازک لڑکی کو۔ وہ خوش تھیں کہ اسید نے دل سے نہ سہی صرف ان کی خاطر صفا کو رونہ کیا تھا۔ اور انہیں یقین تھا۔ کہ ایک نہ ایک دن صفا جیسی وفاشعار اور قابل لڑکی اس کی ہر شکایت کا ازالہ کردے گی۔

اس کے دلکش روپ میں اداسی رچی تھی۔ نئے بندھن کے سارے رنگ اس کے چہرے پر رقم تھے سوائے خوشی کے۔ سچی خوشی تو ہم سفر کے دم سے ہوتی ہے۔

جب وہ آپ سے خوش ہو۔ جب وہ صرف اپنے حقوق و فرائض نہیں بلکہ آپ کے ساتھ وقت بتانے کو بے قرار ہو۔

"اداس ہو صفا۔" انہوں نے ملائمت سے اس کی ٹھوڑی چھوئی۔ چہرہ اونچا کیا۔

"میں نے بہت برا کیا امی' اسید کو کسی سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا میں نے۔ اتنی خود غرض کیسے ہوگئی میں۔" اس کی پلکیں بھیگنے لگیں۔

"تم اچھی طرح جانتی ہو صفا! تم نے ایسا کیوں کیا۔ اور پھر یہ بھی واضح ہے کہ تم اگر یہ بیان نہ بھی دیتیں تو بھی تم دونوں نے بے گناہ ثابت نہیں ہو جانا تھا۔ بلکہ جو سزا تمہاری منتظر تھی۔ وہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ جس شخص نے تمہیں پاتال کی گہرائیوں میں گرا کر تمہیں پانا چاہا تھا۔ وہی شخص تمہارا مقدر ٹھہرتا صفا۔" انہوں نے جو کہا وہ سچ تھا۔

"اپنی عزت بچانے کے لیے' اپنی قسمت بدلنے کے لیے میں نے بھی تو اسید کو پاتال میں گرا دیا۔"

"تم نے اس پر کوئی الزام نہیں لگایا' کوئی کیچڑ نہیں اچھالا۔ صرف محبت کا اقرار کیا جھوٹی سہی مگر یقین کرو نکاح کے بعد جو محبت پیدا ہوتی ہے' وہ تو آسمانوں جتنی بلند اور عرش کے جیسی پاکیزہ ہوتی ہے۔"

"پتا نہیں امی! مگر نہ جانے کیوں میرے دل میں یہی خیال گھر کر گیا ہے۔ کہ میں نے اسید کے ساتھ بالکل وہی کیا جو ساحر نے میرے ساتھ۔" لہجہ بھیگنے لگا۔

"اسی لیے تم اس قدر اداس اداس پھرتی ہو۔" وہ مسکرائیں۔ صفا نظریں چرا گئی۔

"یہ سب تمہارا وہم ہے۔ جسے تم نے اپنے اندر مضبوطی بخش دی ہے۔ حقیقت کو سامنے رکھ کر سوچو گی تو نہ صرف خود قائل ہو جاؤ گی بلکہ اسید کے دل پہ جمی بدگمانی کی گرد بھی اسی قدر تیزی سے صاف کرلو گی۔" انہوں نے نرمی سے اس کے گالوں پر بہتے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں سے چن لیے۔

"ویسے ایک بات کہوں صفا! پتا ہے' تمہیں یوں اداس دیکھ کر مجھے کیا لگتا ہے؟" اس بار صفا کو ان کا لہجہ شریر سا محسوس ہوا۔ اس نے سوالیہ نظریں اٹھائیں۔

"یہی کہ روح کی اداسی کے رنگ' دھنک کے رنگوں سے بھی زیادہ حسین ہوتے ہیں۔" وہ مسکرائیں۔

"جی۔ کیونکہ اداسی دل کو اللہ کی طرف کشش کرتی ہے ناں۔" وہ بھی کہتے ہوئے دھیرے سے مسکرا دی تھی۔ سحر محمود نے اسے گلے سے لگا لیا۔ اور کوئی واپس پلٹ گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اللہ نے جس قدر اسے ظاہری خوب صورتی سے نوازا تھا۔ اسی قدر باطن بھی سجا دیا تھا۔ وہ قول اور فعل کا پکا تھا۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس واقعے کے بعد نہ صرف ان کی فیملی کی بلکہ خود صفا کی امی کی زندگی روز انگاروں پر بسر ہوگی۔ وہ حیران بھی تھا۔ کہ ماں ہو کر

انہوں نے اعلا ظرفی نہ دکھائی تھی۔ وہ بھی ایک بیٹی کے لیے۔ صفا نے اس کے ساتھ جو بھی کیا وہ حیرت انگیز اور دکھ دینے والا تھا۔ مگر پھر بھی وہ دعوے سے کہہ سکتا تھا کہ صفا بدکردار لڑکی نہیں ہو سکتی۔ کبھی بھی نہیں۔

ایسے میں اس کی ماں کا یہ برتاؤ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔ پھر بھی وہ ان کے لیے آسانی کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ایسا ہی کیا تھا۔

جرگہ میں اس نے وعدہ کیا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر ہی وہ یہ گھر بیچ کر کسی اور گھر شفٹ ہو جائے گا۔ اس نے ان وعدہ ایفا کیا تھا۔ صرف سات دن کے اندر اندر وہ فیملی کو لے کر اندرون شہر شفٹ ہو گیا تھا۔

"تم اپنی امی سے مل آؤ۔" سامان روانہ کرنے کے بعد اس نے گاڑی نکالنے سے پہلے صفا سے کہا تھا۔ سحر اندر تھیں۔ تب ہی اس نے اس سے مخاطب کیا تھا۔ ورنہ عام حالات میں وہ اس سے زیادہ بات نہ کرتا۔

"کیا فائدہ؟ امی تو میری شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں ہیں؟" اداسی سوا ہوئی۔

"ماں باپ ناراض ہو کر بھی ناراض نہیں ہوتے' جاؤ مل لو۔ ورنہ صبر نہیں آئے گا' یہی خیال بے چین رکھے گا کہ کاش ملنے چلی جاتی کیا پتا مان جاتیں۔"

گاڑی کے بونٹ پہ ہی بیٹھتے ہوئے وہ بولا تھا۔ سفید شرٹ کی آستینیں فولڈ کر رکھی تھیں۔ وہ کس قدر خوب صورت تھا۔ اس کے ہلکے کالے' کچھ کچھ براؤن ہوتے بال' سیاہ آنکھیں جو وہ ہمیشہ پوری طرح کھول کے دیکھتا یا شاید پھر تھیں ہی اتنی بڑی بڑی' کبھی کبھی اسے اس کی آنکھوں پہ حیرت ہوتی۔ کسی کارٹون کریکٹر کی طرح انوکھی اور عجیب۔ مگر بے حد خوب صورت۔ دیکھنے پر نظر ہٹانے کو دل ہی نہ کرتا۔

"اتنے غور سے نہ دیکھو۔ ابھی سفر بھی کرنا ہے؟" وہ شریر ہوا۔ صفا جھینپ گئی۔

"میں آتی ہوں مل کر۔" کہہ کر تیزی سے وہ گیٹ کراس کر گئی۔ اس نے چند لمحے آنکھیں بند کر کے خود کو کمپوز کیا۔ پھر دھیرے سے مین گیٹ کی چھوٹی کھڑکی کو ذرا سا دھکا دیا۔ گیٹ کھلا تھا۔ کھڑکی کھلتی چلی گئی۔

ڈرتے ڈرتے اس نے پہلا قدم گھر کے اندر رکھا تھا۔ وہ جو کبھی ہر کسی کو بڑے حق سے دروازے کے پاس ہی روک لیا کرتی تھی۔ آج خود وہی دہلیز پار کرتے ہوئے اس کے پیر کانپ رہے تھے۔

گیٹ سے لے کر برآمدے تک سارا صحن خشک پتوں سے بھرا پڑا تھا۔ کبھی اس فرش کو کتنا رگڑ رگڑ کے دھویا کرتی تھی وہ۔ ایک پتا تک نہیں چھوڑتی تھی۔ کہ اس کا گھر کالونی کا سب سے صاف ستھرا گھر ہو۔ مگر آج اپنے پیارے گھر کی یہ حالت دیکھ کر اس کا دل خون کے آنسو رونے لگا تھا۔

"کون ہے؟" راحت کی آواز پر بری طرح چونکی تھی وہ۔ انہوں نے شاید گیٹ کھلنے کی آواز سن لی تھی۔ اور زرد پتوں پہ اس کے پیروں کی سرسراہٹ بھی۔ وہ جواب نہ دے سکی۔ اپنی سگی ماں سے اسے حیا محسوس ہو رہی تھی۔ وہ خاموشی سے برآمدے کی طرف چلتی رہی۔ تب ہی اسے امی دکھائی دیں۔ وہ بھی اسی طرف آرہی تھیں۔ پہلی نظر میں ہی وہ صفا کو بے حد کمزور لگیں۔

"صفا۔" لب وا ہوئے تھے۔ اس کے دل کو کچھ ہوا۔ وہ خود کو روک نہ سکی۔ بھاگ کر ماں سے لپٹ گئی۔ انہوں نے اس کے گرد ہاتھ پھیلانے سے گریز کیا تھا۔

"میں جا رہی ہوں امی۔" ان کے انداز میں کوئی گرم جوشی محسوس نہ کر کے وہ خود ہی ان سے الگ ہوئی۔

"تم تو کب کی ہمیشہ کے لیے جا چکی ہو صفا۔ بس افسوس یہ ہے کہ تم نے میری عزت کو سیڑھی بنا لیا۔" وہ چارپائی پہ بیٹھ گئیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا امی! خدا کے لیے میرا یقین کریں۔" وہ ماں کے قدموں میں ڈھے سی گئی۔

"تم اعتراف کر چکی ہو۔ مت بھولو۔" ان کی نظریں صفا پر نہ تھیں۔

"وہ میری مجبوری بن گئی تھی امی! آپ ایک دفعہ میرا اعتبار کرتیں۔ میں تو اپنا آپ بھی وار دیتی۔ مگر

آپ نے جب مجھ پر یقین نہ کیا تو میں کیا کرتی' بتائیں مجھے۔" وہ رونے لگی تھی۔

"تم نے تو خود میرے یقین کو ہی غرق کر دیا صفا۔ میرے گمان پہ یقین کی مہر ثبت کر دی اپنے گناہ کا اعتراف کر کے۔" ان کا لہجہ سرد تھا۔ کیا وہ اب اس کے لیے کوئی جذبہ' کوئی لگاؤ محسوس نہیں کرتی تھیں۔ اس کا دل کٹنے لگا۔

"ہاں امی۔ میں نے ایسا کیا۔ صرف اور صرف آپ کے فیصلے کی وجہ سے مجھے یہ فیصلہ لینا پڑا۔ کیونکہ آپ نے میرا یقین نہ کیا بلکہ اس ساحر۔"

"صفا۔" انہوں نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی تھی۔ "میں نے تمہیں معاف کیا' مگر خدارا اپنی جھولی کسی اور پہ گناہ تھوپ کر بھاری نہ کرو۔ میں پھر بھی تمہاری ماں ہوں۔ معاف کر دوں گی۔ مگر کسی معصوم پہ بہتان تمہیں کہیں کا نہیں چھوڑے گا۔"

اس نے دل سے دعا کی تھی۔ کاش کہ اس وقت زمین پھٹتی اور وہ اس میں سما جاتی۔ اس کی ماں کو اس کے دامن پہ لگے داغ کا احساس تک نہ تھا۔ اور وہ اسے اصل شیطان کا دامن میلا کرنے کے انجام سے ڈرا رہی تھیں۔

"رشتے آزمائش ہیں' ہمارے اصل سے تو ہمارا اللہ ہی واقف ہے۔" اسے آج یقین ہوا تھا۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے صفا! میں چاہ کر بھی تمہیں بددعا نہیں دے سکتی' لیکن ساری عمر جب جب تم یاد آؤ گی' مجھے افسوس ہوتا رہے گا کہ تم نے ایک بار بھی میرے بارے میں' میری بیوگی کے بارے میں نہ سوچا۔ میں نے اسی لیے تمہارے لیے ساحر کو چنا تھا تاکہ تم دونوں ہمیشہ میرے پاس رہو۔ میرا تمہارے علاوہ اور کون تھا صفا' لیکن تم نے مجھے بالکل تہی دامن کر دیا' چلی جاؤ صفا۔ خدا کے لیے چلی جاؤ۔ یہاں سے دور۔ اتنی دور کہ جس ہوا میں سانس لو' وہ بھی مجھ تک نہ پہنچ سکے۔" وہ ضبط کرتے ہوئے لہجہ سخت تر بنا کر بولیں۔

صفا نے مزید کچھ نہ کہا تھا۔ وہ اپنی عزیز ترین ہستی کو یوں بکھرتا نہ دیکھ سکتی تھی' ہاتھ کی پشت سے سختی سے آنکھیں رگڑتی وہ پلٹ گئی تھی' زرد پتے اس کے پیروں سے لپٹے چلاتے رہ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

دو دن سے صفا کی طبیعت سخت خراب تھی۔ اسید کام کے سلسلے میں شہر سے باہر گیا تھا۔ تب ہی سحرا سے سنبھالتے سنبھالتے خود نڈھال ہونے لگی تھیں۔ انہوں نے اسید کو فون کر کے فوراً" واپس آنے کے لیے کہا تھا اور ان کی ہدایت پہ وہ فوراً" ہی سارے کام چھوڑ کر واپس ہوا تھا۔

وہ گھر آیا تو شام ڈھل رہی تھی۔ صفا گہری نیند میں تھی۔ وہ منہ ہاتھ دھو کر ماں کے پاس چلا آیا تھا۔ سحر اس کے لیے چائے بنا کر لے آئیں۔

"صفا سے مل لیے؟" انہوں نے چائے کا کپ اسے تھماتے ہوئے استفسار کیا۔

"جی امی! وہ سو رہی ہے۔ سو میں یہیں چلا آیا۔" اس نے کپ میز پر رکھ دیا۔

"وہ بہت کمزور ہو رہی ہے اسید۔" انہیں فکر تھی۔

"میں اپنے فرائض اچھی طرح نبھا رہا ہوں امی۔"

"فرائض کسے کہتے ہو بیٹا۔"

"میں اس کا اچھی طرح خیال رکھتا ہوں۔ اس کی ہر ضرورت کا خیال رکھتا ہوں۔ اس طرح کہ اسے کبھی کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہ رہے۔" وہ چائے پینے لگا۔

"یہ سب تو ہر شوہر کرتا ہے۔" انہوں نے اس کی سیاہ آنکھوں میں جھانکا۔

"تو وہ بھی تو میری بیوی ہے۔ اس لیے میں بھی کرتا ہوں۔"

"لیکن ہر اچھا شوہر ایسا نہیں کرتا اسید۔" ان کا لہجہ سادہ تھا۔ اسید نے نا سمجھی سے انہیں دیکھا۔

"اچھا شوہر اسے صرف بیوی نہیں سمجھتا' حقوق و فرائض کو نہیں تولتا رہتا۔ وہ خیال اور توجہ کی قیود سے

آزاد ہوتا ہے بیٹا۔ وہ بیوی کو شریک حیات سمجھتا ہے۔ اپنے ہر لمحے میں اس کی شمولیت لازمی بناتا ہے۔" وہ بولتی گئیں۔ اسید نے چائے کا گھونٹ لیتے ہوئے سر ہلایا۔

"مجھے آفس کے کام ہوتے ہیں امی! ورنہ میں پوری کوشش کرتا ہوں کہ اسے شکایت کرنے کا موقع نہ ملے۔" اسے اب اندر ہی اندر صفا پہ غصہ آنے لگا تھا۔ ضرور اس نے ہی شکایت کی تھی امی سے۔

"وہ کبھی شکایت نہیں کرتی اسید! وہ ہر حال میں خوش رہتی ہے' کیونکہ ــــ" وہ کہتے کہتے رکیں۔

"کیونکہ ــــ" بڑی بڑی آنکھوں والے اس شہزادے نے حیرت سے پوچھا۔

"کیونکہ وہ تم سے محبت کرتی ہے۔" وہ کہہ گئیں' رکیں نہیں۔

"محبت کرتے ہیں ہم ایک دوسرے سے۔" کوئی بنا کسی خوف کے بولا تھا۔ وہ بھی پورے مجمع کے سامنے۔

"محبت کرنے والے ایسا نہیں کرتے امی! اس نے مجھے بے مول کر کے رکھ دیا۔"

"لیکن وہ تو ــــ" وہ کچھ کہنے لگیں۔

"پلیز امی! آپ نے میری ماں ہونے کے باوجود ہمیشہ اس لڑکی کی سائیڈ لی اور اسے پوری عزت دی۔ میں نے آپ کا پھر بھی ساتھ دیا امی! صرف اس لیے کہ میں رشتہ بنانا اہم نہیں سمجھتا۔ رشتہ نبھانا اہم سمجھتا ہوں۔ حالات خواہ کیسے بھی ہوں' وجہ کچھ بھی ہو۔ میری اس سے شادی ہوئی ہے۔ وہ میری بیوی ہے۔ اسی لیے تمام تر ناراضی کے باوجود میں نے اسے عزت دی ہے' لیکن محبت ــــ" وہ چپ ہو گیا تھا۔

"میں پھر بھی تم سے یہ ہی کہوں گی اسید! کہ ایسا کرنا مجبوری تھا۔ تب ہی میں نے بھی صفا کا ساتھ دیا اور یقین کرو اس سب کا مشورہ بھی ــــ"

"امی پلیز ــــ میں اب سوؤں گا۔" وہ اسے سچ بتانا چاہتی تھیں اور وہ ہمیشہ ایسے ہی ٹال جاتا تھا۔ وہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئیں۔

"اسید۔ وہ تم سے محبت کرتی ہے اور جو لوگ محبت کی قدر نہیں کرتے' انہیں سب سے سمجھوتا ملتا ہے' پیار کبھی نہیں۔"

وہ کہہ کر کپ اٹھانے لگیں۔ اسید ان کے لفظوں پہ غور کرتا اوپر کمرے میں آ گیا۔ بیڈ کے قریب آ کر وہ رک گیا۔ صفا ابھی تک سو رہی تھی۔ اچھی طرح سے کمبل لینے کے باوجود وہ ہلکے ہلکے کانپ رہی تھی۔ اس نے پہلی بار اسے توجہ سے دیکھا تھا۔ وہ واقعی کمزور ہو گئی تھی۔ اس کے چہرے میں گھلتی گلابیاں' زردی میں تبدیل ہونے لگی تھیں اور گلابی پنکھڑی کے جیسے لب نہ جانے کیوں سیاہی مائل لگے۔ وہ خود کو روک نہ سکا۔ صفا کے قریب ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔ صفا کے پیٹ پہ رکھا کمزور سا ہاتھ اس نے اپنے مضبوط ہاتھ میں تھاما۔ تو چونک پڑا۔ وہ بخار سے تپ رہی تھی۔

"صفا ــــ" بے اختیار ہی وہ پکار اٹھا تھا۔ نیم بے ہوش صفا نے فوراً" آنکھیں کھول دی تھیں۔ اسے خود کے اس قدر قریب دیکھ کر اس نے اٹھنے کی کوشش کی۔ اسید نے کندھے سے تھام کر اس کی کوشش ناکام بنا دی۔

"آپ کب آئے؟" وہ بند ہوتی آنکھوں کو بمشکل کھولتے ہوئے بولی۔

"یہ چھوڑو' یہ بتاؤ کہ تم نے مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا۔ کیوں؟" وہ اس کے گال چھوتے ہوئے بولا۔ وہ حیا سے پلکیں جھکا گئی۔

"میں تو اکثر ایسے چھوٹی موٹی بیمار ہوتی رہتی ہوں۔ اس میں اعلان کروانے والی کیا بات تھی اور پھر آپ دوسرے شہر میں تھے' آپ کو پریشان کرنا بھی مناسب نہ لگا۔"

"اچھا ــــ تمہیں پھر پوچھتا ہوں۔ پہلے بخار اتر جائے' تاکہ تم ڈاکٹر کے پاس چل سکو۔" وہ اسے انگلی سے متنبہ کرتا اٹھتے ہوئے بولا۔

"میں ٹھیک ہوں۔" وہ کہتے ہوئے آنکھیں موند گئی۔ اسید دھیرے سے اٹھا اور وارڈروب کی دراز سے کپڑے کی سفید پٹیاں نکال کر انہیں گیلا کرتے چلا

گیا، وہ واپس آیا تو صفا پھر سے سو رہی تھی۔
گیلے کپڑے کے نرم ٹھنڈے احساس نے اسے آنکھیں کھولنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں اس کا بخار کافی کم ہو چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ اس کا ہر طرح سے خیال رکھتی تھی۔ اسے کیا کھانا ہے کیا اسے پسند نہیں ہے۔ کس طرح کی بالیاں میں کس طرح کے ڈریس پہنتا ہے اسے۔ کمرے کی سیٹنگ میں اسے کس چیز سے چڑ ہے، کیا چیز اسے اچھی لگتی ہے۔ وہ ان سب کا خیال رکھتی۔ اس نے کبھی کسی چیز کی حسرت نہ دیکھی تھی اس لڑکی میں۔ نہ ہی اس نے کبھی اسے خوشی کے لیے ترستا دیکھا تھا۔ وہ بس دوسروں کی خوشی کا خیال رکھتی۔ دوسروں کے آرام کی فکر رہتی تھی اسے۔ دوسروں کے لیے جینے والی اس لڑکی نے پھر اس کا استعمال کیوں کیا؟ وہ چاہتا تھا کہ وہ اس سے پوچھے اور کاش وہ کہہ دے کہ وہ بس اتنا کہہ دے کہ کیونکہ میں تم سے محبت کرتی تھی اور حالات مجھے ہمیشہ کے لیے تم سے جدا کر دیتے۔ اس نے ہزار خواہش کے باوجود مگر یہ نہیں پوچھا تھا۔ اس حساس لڑکی سے وہ پوچھ ہی نہ پایا تھا۔ گھر والوں کے علاوہ اس نے اسے صرف اللہ سے لو لگاتے دیکھا تھا۔ اسے عام لڑکیوں کی طرح بننے، سنورنے، میوزک، ٹی وی سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ ابھی بھی وہ کمرے میں آیا تو وہ سفید دوپٹا اپنے گرد لپیٹے جاء نماز پہ بیٹھی تھی اس کے ہاتھ دعا کے لیے پھیلے تھے اور بند پلکوں کے پیچھے سے آنسو مسلسل اس کے گال بھگو رہے تھے۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے قریب آکر کارپٹ پر بیٹھ گیا۔

"کس کے لیے دعا مانگ رہی ہو؟" اس نے دھیرے سے پوچھا۔ صفا نے اس کی آواز پہ آنکھیں نہیں کھولیں، وہ مطمئن سے انداز میں دعا مانگتی رہی۔ ہاتھوں کا سہارا لے کر وہیں دراز ہو گیا۔ رخ البتہ اب بھی صفا کی طرف تھا۔ اس نے دعا مکمل کی۔ اور اسید کی طرف دیکھنے لگی۔

"بہت سے پیاروں کے لیے۔" مطلب اس نے سوال سنا تھا۔

"مثلاً؟" ایک اور سوال

"مثلاً" امی۔ اور امی اور۔" وہ چپ ہو گئی۔

"اور؟"

"آج کیا اللہ نے آپ کو سوال و جواب کا فریضہ سونپا ہے۔" اس نے بات ٹالنا چاہی تھی۔

"میرے سوال کا جواب دو پلیز۔" وہ نہ ٹلا۔

"اور ظاہر ہے۔ میری زندگی میں ہے ہی کون؟" اس نے بھی واضح جواب نہ دیا۔

"مطلب میں نہیں ہوں تمہاری دعاؤں میں۔" وہ خفا ہوا۔

"میں نے ایسا کب کہا؟" وہ حیران ہوئی۔

"خیر۔ مجھے اب تمہاری دعاؤں سے لینا بھی کیا ہے؟" وہ اٹھ بیٹھا۔

صفا کی نظریں جھک گئیں۔ وہ پھر اس موضوع پر آنے لگا تھا۔ جو اسے ہمیشہ ضمیر کی عدالت میں لا کھڑا کرتا۔ اور اسے خود سے نظریں ملانے کے قابل نہ چھوڑتا۔ وہ خود بھی جانتی تھی کہ اس نے چاہے کچھ بھی ہو، غلط کام کیا تھا۔

"پتا ہے تم نے مجھے دو طرح سے نقصان دے دیا صفا۔" اس کا لہجہ اداس ہونے لگا۔ اور صفا کا دل۔

"تم نے نہ صرف مجھے بدکردار ثابت کر دیا۔ بلکہ اس لڑکی سے بھی مجھے دور کر دیا، جسے میں اس دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا تھا۔ جسے میں نے صرف ایک بار ہی نظر اٹھا کر دیکھا تھا، مگر وہ میری پلکوں تلے بسنے لگی تھی۔" صفا کے دل کو کچھ ہوا۔ شہزادہ پری کے دل کی حالت جانے بغیر کوہ قاف کے قصے سنا رہا تھا۔

"اس کی پریوں جیسی صورت سے زیادہ مجھے اس کے کردار، اس کے اخلاق نے اس کا گرویدہ بنایا۔ مگر تم نے مجھ سے چھین لیا اسے صفا۔" دونوں ہاتھوں کی مٹھی بنائے وہ اس پر جھرو رکھتے ہوئے بولا۔

"میں اس بات سے خود بھی انکار نہیں کر سکتی۔

لیکن اللہ گواہ ہے میں نے آپ کو بد کردار نہیں کہا۔ صرف ذرا سا بے ایمان کہا۔ دھوکے باز کہا' جس کی مجھے آج بھی شرمندگی ہے۔ میں نے وہاں یہ واضح کر دیا تھا کہ ہم ایک دوسرے سے۔" وہ جھجک کر رک گئی۔

اسید کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ ابھر آئی۔

"ہاں۔ یاد آیا۔ تم نے تو میری محبت کا بھی اعتراف کیا تھا ناں۔" وہ سر جھکا گئی۔

"ویسے ایک بات بتاؤ۔ اگر میں تم سے اور تم مجھ سے سچ میں محبت کرتیں۔ اور میں تمہیں واقعی اپنے گھر بلاتا۔ تو تم مجھ سے ملنے آجاتیں۔" ایک اور سوال۔

"کبھی نہیں۔" اس بار فوراً جواب آیا تھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"لیکن مجھے یقین ہے' آپ کبھی مجھے بلاتے ہی نہیں۔" اس کے لہجے میں یقین تھا۔

"بہت جاننے لگی ہو مجھے۔" وہ گمبھیر لہجے میں بولا۔

صفا کی نظریں زمین پہ ہی رہیں۔

"کیا واقعی تم مجھ سے محبت کرتی ہو صفا۔" صفا کے دل کی دھڑکنیں اتھل پتھل ہونے لگیں۔ وہ کچھ نہ بول پائی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج عرصے بعد ان کے گھر میں رونق لگی تھی۔ ثمن اور ساحر آئے ہوئے تھے۔ وہ بے حد خوش تھیں۔ ثمن عادت کی اچھی تھی۔ بولنا تو اس کا بہترین مشغلہ تھا اس کی مسلسل باتوں نے راحت کو کافی حد تک سکون دیا تھا۔

"ویسے چاچی! اگر اس رات وہ واقعہ نہ ہوتا تو کتنا اچھا ہوتا ناں' آج صفا بھی ہمارے ساتھ ہوتی۔" اچانک ہی اسے نہ جانے کیا خیال آیا۔ تیزی سے ان کے لیے کھانا بناتی راحت کے ہاتھ ایک دم سست پڑے تھے۔

"واقعی سچ کہہ رہی ہے تو ثمن۔ بہت مزہ آتا۔ چاچی بھی کتنا خوش ہوتیں۔" ساحر نے موبائل پر کھیلتے ہوئے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"ویسے بھائی! ایک بات پر آج تک حیرانی ہوتی ہے۔ سوچ سوچ کے میرا دماغ شل ہونے لگتا ہے۔" ثمن بولتی گئی۔ راحت نے بے دلی سے آنچ ہلکی کی۔

"وہ کیا؟" ساحر کی توجہ موبائل کی طرف تھی۔

"یہ کہ اس رات جب شور شرابا سن کر میں اوپر آئی تو صفا کے کمرے کا دروازہ تو اندر سے بند تھا۔ پھر آپ اوپر کیسے پہنچے تھے۔" راحت کا شل ہوتا دماغ کرنٹ کھا کے جاگا۔

"وہ تو میں شور محسوس کر کے صحن کی دیوار سے اوپر گیا تھا۔" وہ گڑبڑا گیا۔

"لیکن دیوار سے اوپر جانے کا بالکل کوئی راستہ نہیں بھائی۔ کوئی نہ کوئی بات تو ضرور ہے۔ میں پتا لگا کر ہی رہوں گی۔" وہ کسی سی آئی ڈی آفیسر کی طرح بغور ادھر ادھر کا جائزہ لیتے ہوئے بولی۔

"دماغ خراب ہو گیا ہے تیرا۔ آئندہ گھر ہی رہا کر۔ اور فضول نہ بولا کر ہر وقت۔ جا چاچی کے ساتھ کام کرا۔" ساحر نے اسے بری طرح جھاڑ کر رکھ دیا۔ راحت البتہ الجھ کے رہ گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"بولو صفا! میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے۔؟" اس نے دھیرے سے زمین پہ رکھا صفا کا ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔ صفا کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے۔

"ہاں اسید! یہ سچ ہے کہ میں آپ سے بہت محبت کرتی تھی۔ اور پہلے دن سے ہی کرتی تھی۔ مگر اس طرح جرگہ میں یہ سب کہنے کا مقصد آپ کو پانا ہرگز نہ تھا۔ میں نے صرف خود کو اس آدمی سے بچانے کے لیے آپ کا نام استعمال کیا تھا۔ میری کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ میں کیا کروں۔ امی مکمل طور پر ساحر کی باتوں میں آچکی تھیں۔ انہوں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں آپ پر الزام لگا کر خود کو بے گناہ اور مظلوم ثابت کر کے لوگوں کی ہمدردیاں حاصل کر لوں۔ تب ساحر مجھے پوری عزت سے اپنا لے گا۔ میں مر سکتی تھی مگر کبھی بھی ساحر

کو اپنے شوہر کی حیثیت سے قبول نہ کر سکتی تھی۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آپ اور سحر آنٹی پر بھی کبھی الزام نہ لگا سکتی تھی، پھر حرام موت مرنے سے مجھے یہ راستہ آسان لگا تھا۔ تب ہی میں نے آپ پر" وہ رونے لگی۔ روح پہ دھرا بوجھ ہلکا ہونے لگا۔ کبھی کبھی اعتراف کس قدر ہلکا پھلکا کر دیتا ہے۔

"اور یہ سب کرنے کے لیے تمہیں امی نے کہا؟"

اس نے صفا کا ہاتھ نہیں چھوڑا تھا۔ اس نے حیران ہو کر اسید کی طرف دیکھا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"

"اس دن کچن میں تم اور امی جو ایک دوسرے کے ساتھ دلوں کا حال شیئر کر رہی تھیں۔ میں نے سن لیا تھا۔ لیکن بات واضح نہ تھی۔ تب ہی میں الجھ گیا تھا۔ آج تم نے بتایا تو سب کلیئر ہو گیا۔" صفا نے اس کے لہجے سے کچھ محسوس کرنا چاہا۔ مگر ناکام رہی۔

"میں ہمیشہ سے اپنے کیے پر شرمندہ تھی۔ اور آج، آج جب یہ پتا چلا کہ آپ کسی اور کو پسند کرتے ہیں۔ تو میری یہ کسک مزید بڑھ گئی ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔

"آپ پلیز ان سے شادی کر لیں۔ ورنہ یہ بوجھ ہمیشہ مجھے پریشان کیے رکھے گا۔" اس کی بات پہ اسید کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ وہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"یہ بات پہلے کر دیتی تھی نا۔ اب تو تم میرے بچے کی ماں بننے والی ہو۔ اب اگر میں نے ایسا کیا نا تو امی میری جان لے لیں گی۔" اس نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا، صفا کے چہرے پر حیا کی لالی رقص کرنے لگی۔

"ہاں۔۔۔ مگر یہ وعدہ رہا کہ تمہیں اس لڑکی سے ملواؤں گا ضرور۔" دھیرے سے اس کا گال چھوا۔۔۔ وہ وہاں اٹھ کر جانے لگا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا۔" صفا کی آواز پر اس کے قدم رک گئے۔

"شاید۔۔۔" وہ ذرا سا پلٹا اور واپس مڑ گیا۔ صفا کا دل خوشی کے ساتھ بجھنے بھی لگا۔ ہوتا ہے نا جب کسی کو آپ خود سے بڑھ کر چاہیں اور وہ کسی اور کا طلب گار نکلے تو کوئی خوشی بھی سچی نہیں لگتی، ہر رنگ پھیکا ہوتا ہے۔

☆ ☆ ☆

رات کے دس بج رہے تھے۔ مگر سرشام سو جانے والی راحت بی بی کی آنکھوں سے نیند جیسے روٹھ گئی تھی۔ انہوں نے سائیڈ ٹیبل پہ نگاہ کی۔ صفا کی مسکراتی تصویر جیسے ان کے چار سو زندگی بکھیر رہی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھیں اور صفا کی تصویر اٹھا کر اس پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"کہیں میں نے تمہیں سمجھنے میں غلطی تو نہیں کر دی صفا۔" اس کا نکھرا نکھرا معصوم سا روپ اس کی بے گناہی کا گواہ تھا۔ مگر وہ۔۔۔ انہوں نے اتنے ماہ میں پہلی بار وہ تصویر دل سے لگائی اور رو دی تھیں۔

☆ ☆ ☆

نہ جانے کون سا پہر تھا کہ گھبراہٹ سے اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس کا دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔ اس نے گھبرا کر قریب سوئے اسید پہ نظر ڈالی۔ اس کا گریبان ابھی تک صفا کے ہاتھ میں تھا۔ کچھ دنوں سے یہ معمول تھا۔ نیند میں وہ خوف کا شکار ہو کر اس کا گریبان پکڑ لیتی تھی۔ اسے بھی شاید اس چیز کی عادت ہو گئی تھی۔ تب ہی سکون سے سویا ہوا تھا۔ صفا نے دھیرے سے اس کا گریبان چھوڑا اور سائیڈ ٹیبل پہ دھرا موبائل اٹھا لیا۔ اس نے ایسے ہی موبائل آن کیا اور کنٹیکٹس میں جا کر ایک نمبر پہ کلک کر دیا۔ وہ چپ چاپ اس نمبر کو دیکھے گئی۔

"کبھی تو۔۔۔ کبھی تو اس نمبر کو چمکنا تھا۔ کبھی میں یا پھر آپ نے میرا نمبر ہی مٹا دیا۔" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اسکرین اتنی دھندلی پڑی کہ نمبر، آپشنز سب غائب ہو گئے۔ تب ہی اس کے ہاتھ میں تھاما موبائل وائبریٹ کرنے لگا۔ اس وقت کون کال کر رہا تھا۔ اس نے حیرت سے آنکھیں صاف کر کے اسکرین دیکھنے کی کوشش کی تھی اور اسے یقین ہوا تھا، کہ موت کے بعد زندگی ملے گی تو ایسا ہی محسوس ہو گا

جیسا اس نے اس وقت کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

روتے روتے انہیں شدید پیاس لگی تھی۔ انہوں نے صفا کی تصویر واپس سائیڈ ٹیبل پہ دھری اور پانی پینے کچن کی طرف چل دیں کہ لاؤنج سے آتی ساحر کی تیز آواز نے انہیں چونکا دیا۔ ثمن دیر تک ٹی وی دیکھنے کی عادی تھی۔ یہ تو معلوم تھا انہیں' مگر ساحر کے الفاظ اسے ٹی وی کے لیے نہیں بلکہ واضح طور پہ صفا کا نام لے کر کہے گئے تھے' تب ہی وہ چونکیں۔

"خبردار جو تم نے کبھی آئندہ چاچی کے سامنے اس رات والے واقعے یا صفا کا ذکر بھی کیا ہو۔" اس نے حتی الامکان اپنی آواز کو دبانے کی کوشش کی تھی۔

"بھائی۔۔۔ اس کا مطلب ضرور کوئی چکر ہے۔ اب تو میں پتا لگا کر ہی رہوں گی۔" ثمن بھلا کہاں ڈرنے والی تھی' اسی کی بہن تھی وہ۔

"کیا پتا لگا کر رہو گی۔۔۔؟ ہاں۔" وہ بھڑکا۔

"یہی کہ اس واقعے سے کچھ نہ کچھ تعلق آپ کا بھی ہے۔" وہ مسکرائی۔

"ہاں ہے پھر۔۔۔ اس رات صفا مجھ سے ہی ڈر کر اسید کی چھت پر بھاگ گئی تھی' تو۔۔۔" غصے سے وہ بولتا ہی چلا گیا۔

"بھائی۔۔۔ آپ۔۔۔ مطلب صفا۔" وہ حیرت سے بول ہی نہ پائی۔

"ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ میں۔۔۔ کیونکہ وہ ہمیشہ مجھے کسی حقیر کیڑے کی طرح ٹریٹ کرتی تھی تب میں نے سوچا کہ جس کردار' جس عزت پہ اسے اس قدر مان ہے' اسے ہی ملیامیٹ کردوں اور وہ میرے در کی غلام رہنے کے بھی قابل نہ رہے۔" اس کے لہجے میں نفرت تھی۔

راحت نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا۔

"یہ تو اس کا وہ اسید۔۔۔" اس نے ایک موٹی گالی دی۔ "اس کی مداخلت سارا کام بگاڑ گئی اور پھنسی ہوئی تتلی میرے ہاتھ سے نکل گئی۔"

"آپ نے بہت برا کیا بھائی۔" ثمن کا لہجہ بھیگ گیا۔ "کتنی اچھی تھی صفا اور میں۔۔۔ میں بھی بڑھ چڑھ کر لوگوں کو بتاتی رہی۔" وہ رونے لگی تھی اور راحت وہ تو رو بھی نہ سکیں کہ انہوں نے تو ماں ہو کر۔۔۔ بیٹی کے دامن پہ لگے دھبے پہ مہر شہادت ثبت کی تھی۔

وہ مرے مرے قدموں سے اپنے کمرے میں آئیں۔ صفا کی تصویر اب مسکرا نہیں رہی تھی۔ بلکہ سارے گلے' سارے شکوے جیسے اس تصویر پر تحریر ہونے لگے تھے۔ انہوں نے تیزی سے وہ تصویر اٹھائی اور نم ہوتے لب دھر دیے۔

"صفا۔۔۔" وہ کرلائیں۔ دل' روح بکھری تو لہجہ' آنسو سب بکھر گئے۔ تب ہی ان کی نگاہ ٹیبل پہ دھرے موبائل پہ پڑی تھی۔ انہوں نے جھٹ سے موبائل اٹھایا اور بے قراری سے صفا کا نمبر ملانے لگیں۔ اس بار ایک ماں' ایک بکھری ہوئی ماں وہاں موجود تھی۔ تب ہی اس نے وقت دیکھنے کی بھی ضرورت محسوس نہ کی تھی۔

☼ ☼ ☼

یہ وہی نمبر تھا جسے کچھ دیر پہلے وہ حسرت سے دیکھتی رہی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو اسے یقین ہی نہ آیا۔ مگر پھر مسلسل وائبریٹ کرتے موبائل نے جیسے اس میں زندگی بھر دی تھی۔ اس نے اسید کا خیال کیے بغیر فوراً" ہی کال پک کی تھی۔

"امی۔۔۔ امی۔" وہ تیز تیز لہجے میں انہیں پکارنے لگی۔ اس کی تیز آواز پہ اسید فوراً" اٹھ بیٹھا تھا۔ یوں رات کے اس پہر اسے موبائل کان سے لگائے روتے دیکھ کر وہ بھی شاکڈ تھا۔

"صفا۔۔۔" ماں کی ٹوٹی بکھری آواز اس کے کانوں میں پڑی۔

"امی۔۔۔" کتنی پیاس تھی اس کے لہجے میں۔ اسید نے ایک ہاتھ اس کے شانوں کے گرد پھیلاتے ہوئے اسے سہارا دیا تھا۔

"صفا۔۔۔ میری بچی! مجھے معاف کردو۔" وہ جیسے بین کررہی تھیں۔

"نہیں امی! پلیز۔۔۔ ایسا نہ کہیں امی۔ میں خود آپ سے کس قدر شرمندہ ہوں امی۔ آپ سوچ بھی نہیں سکتیں۔ امی پلیز' آپ نہ روئیں۔" وہ نڈھال ہونے لگی۔

"میں نے تمہارا یقین نہیں کیا صفا' اپنی بچی کا' اپنے جسم اور اپنی روح کا یقین نہیں کیا میں نے' یہ میں نے کیا کر دیا صفا۔" کتنا درد تھا' کتنا کرب تھا اس آواز میں۔

"امی' میں آجاؤں آپ کے پاس' آپ ٹھیک تو ہیں ناں۔" وہ بے طرح پریشان ہوئی۔

"ہاں۔۔۔ ہاں صفا۔ میں بالکل ٹھیک ہوں۔" انہوں نے فوراً اپنا چہرہ صاف کیا۔ خود کو سنبھالا۔ "تم یہاں مت آنا بیٹا۔ میں خود کل آؤں گی تمہارے پاس۔ بس کچھ ضروری کام ہیں۔ کل شام تک انتظار کرو۔" تب ہی ان کو لگا جیسے باہر کوئی تھا۔

"میں کل ملتی ہوں' تم سو جاؤ' ابھی آرام کرو۔ او کے۔" انہوں نے مدھم لہجے میں کہتے ہوئے کال بند کر دی تھی۔ صفا کے ہاتھوں سے فون گر گیا تھا۔ وہ خود کو اسید کی پناہوں میں دے کر پھوٹ پھوٹ کے رو دی۔

☼ ☼ ☼

"وکیل صاحب! راحت بی بی آئی ہیں۔" شاہدہ نے اپنے شوہر کو اطلاع دی۔ وہ راحت بی بی کے پرانے پڑوسی تھے۔

"راحت بی بی۔۔۔ وہ کیوں آئی ہیں؟" انہوں نے عینک کے پیچھے سے جھانکتے ہوئے پوچھا۔ وہ کندھے اچکا گئی۔

"اچھا۔۔۔ اندر لے آؤ۔" انہوں نے ہاتھ میں پکڑی کتاب میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ راحت بی بی اندر آئیں' تو انہوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا۔ بہت عزت کمائی تھی انہوں نے اپنے اچھے تعلقات سے اس محلے میں' جو لمحوں میں ضائع ہوئی تھی۔

"معاف کیجیے گا راحت بی بی! ہم آپ کے ہاں

بیوٹی بکس کا تیار کردہ

سوہنی ہیئر آئل

SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے
- نئے بال اگاتا ہے
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جا سکتا ہے۔

قیمت -/120 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جا سکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/120 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آرڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آرڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- -/300 روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- -/400 روپے
6 بوتلوں کے لئے ---------- -/800 روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آرڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں

بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی

مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔

فون نمبر: 32735021

افسوس کرنے نہ آسکے۔ بات ہی ایسی ہے۔"

"پلیز وکیل صاحب! میں آپ سے بہت ضروری کام سے ملنے آئی ہوں۔" "جی۔۔۔ جی بولیں۔"

"اس دن میں نے آپ کو فون پر اپنی جائیداد سے متعلق کاغذ بنانے کا کہا تھا۔"

"جی۔۔۔ جی ساحر کے نام سے۔ وہ مکمل ہی ہیں' میں دینے آنے ہی والا تھا۔" انہوں نے فوراً" سائیڈ ٹیبل کی دراز سے کچھ کاغذات نکالے۔

"انہیں ضائع کردیں وکیل صاحب۔"

"کیا مطلب؟" وہ حیران ہوئے۔

"مجھے اب صفا کے نام سے کاغذات بنوانے ہیں۔ میں سب کچھ صفا کے نام کرنا چاہتی ہوں۔"

"صفا۔۔۔" وہ مزید حیران ہوئے اور راحت بی بی نے سارا ماجرہ کھول کے رکھ دیا۔

"تو اس کا مطلب کہ اصل گناہ گار آپ کا سگا بھتیجا۔" وہ سوچ بھی نہ سکتے تھے۔

"جی وکیل صاحب!" وہ آنسو پونچھتے ہوئے بولیں۔

"تو اب کیا کریں گی آپ اس کا؟"

"اس کا اب اللہ ہی کچھ کرے گا۔ مجھے بس اپنی بیٹی سے مطلب ہے۔ اللہ سے بہتر انصاف کرنے والا اور کوئی نہیں۔ میں نے گھر کو تالا لگا دیا ہے۔ اب میں صفا کے گھر جاؤں گی اور شاید وہیں رہوں اب۔" ان کے لہجے میں اطمینان تھا۔ وکیل صاحب کو نہ جانے کیوں کچھ انہونی ہونے کا احساس ہوا۔

☼ ☼ ☼

اس نے اسید سے 'امی سے بات کرلی تھی۔ اب وہ امی کو ہمیشہ پاس رکھنے والی تھی۔ اسید اور امی بھی بے حد خوش تھے۔ اولاد سے ماں' باپ کی ناراضی ان کی جنت جیسی زندگی کو بھی جہنم بنائے رکھتی ہے' وہ خوشی جو آج تک صفا کے چہرے سے غائب تھی۔ وہ ایک ہی رات میں پلٹ چکی تھی۔ وہ خوش تھی' بے طرح خوش۔

☼ ☼ ☼

عبدالرحمان کی وفات کے بعد انہوں نے بہت محبت سے صفا کی پرورش کی تھی۔ انہوں نے بہت چاؤ سے اپنی بیٹی کا نام صفا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ اسے ہمیشہ اس کے اجلے اجلے روپ کی طرح ہی پاک صاف دیکھنا چاہتی تھیں اور یہ ان کی محنت کا ثمر تھا یا دعاؤں کا' وہ اپنے نام کی طرح ہی اجلی تھی۔ اسے عام لڑکیوں کی طرح زندگی سنوارنے کی نہیں' بلکہ اپنی آخرت سنوارنے کی فکر رہتی تھی۔ اس کی زندگی کا اگر کوئی محور تھا تو وہ اس کی ماں' راحت بی بی۔

رکشے کی تیز گڑگڑاہٹ ان کے اندر ہونے والی توڑ پھوڑ کی آواز سے کہیں کم تھی۔ کتنی بڑی چوک ہوئی تھی ان سے۔ جب ان کے وہ رشتہ دار جوان کے شوہر کے بعد ان سے منہ تک پھیر گئے تھے۔ ان کی بیٹی پہ کیچڑ اچھال رہے تھے' تو وہ بیٹی کی ڈھال نہ بنیں' اس پر اعتبار نہ کیا' اس کی روتی آنکھیں' کانپتے ہونٹ اور گڑگڑاتی منتیں کرتی سانسیں' وہ ان کو کچھ بھی نظر نہ آیا۔ ان کے چہرے پہ بہتے آنسوؤں میں تیزی آگئی۔ دل میں اٹھتے ننھے ننھے درد نے ایک تیز لہر کی صورت اختیار کی۔ وہ تکلیف سے لب بھینچتے ٹیک لگا گئیں۔

رکشے کی آواز پہ وہ تیزی سے گیٹ کی طرف بھاگ کے آئی تھی۔

"خالہ! آگیا آپ کا گھر۔؟" رکشے والے نے پیچھے بیٹھی معمر خاتون کو آواز دی۔ مگر کوئی جواب نہ آیا۔

اسید بھی صفا کے پیچھے باہر آیا تھا۔

رکشے والے نے دوبارہ آواز دی۔ اسید بھی قریب آیا۔

"آنٹی! باہر آجائیں' دیکھیں تو صفا کتنی بے قراری سے آپ کا انتظار کررہی ہے۔" وہ رکشے پہ جھکا اور بے حس و حرکت وجود پہ اسے کچھ انہونی ہونے کا احساس ہوا۔

"آنٹی!" اس نے دھیرے سے راحت کا کندھا ہلایا تھا۔ ان کا سر ایک طرف لڑھک گیا۔ اسید نے جلدی

سے ان کا ہاتھ تھام کر نبض چیک کی ــــــ اس کے خدشے کی تصدیق ہوئی تھی۔ ایک ماں سے غلطی ہوئی تھی۔ اولاد غلطی کرے تو ماں' باپ سے معافی مانگنا آسان ہوتا ہے' مگر ماں' باپ۔ اس شرمندگی اور کرب کو لفظوں میں بیان کرنا۔ تب ہی شاید اللہ پاک نے انہیں آسانی دے دی تھی۔

☼ ☼ ☼

یہ چار مرلوں کا کچا پکا مکان ہے۔ میلے فرش اور جابجا پھیلی گندگی کی وجہ سے مکھیوں کی بھرمار ہے یہاں۔ پکی اینٹوں سے بنے چھوٹے سے برآمدے میں چارپائی پہ بیٹھی شمع' راحت بی بی کی بڑی جیٹھانی جنہوں نے یہ گھر مشترکہ ہونے کے باوجود بھی راحت کو ایک ٹکڑا تک نہ دیا تھا اور ان کا ساتھ دینے والے راحت کے جیٹھ جو کچھ دور کرسی پہ بیٹھے' مشکلیں آسان کرنے کے لیے تعویذوں والی کتاب غور سے پڑھتے کوئی تعویذ ڈھونڈ رہے ہیں۔ پاس ہی بیٹھی ڈائجسٹ پڑھتی ثمن جو شاید اس دنیا کی باسی ہی نہ تھی' یوں مگن تھی وہ اس کتاب میں۔

ماحول پہ عجیب سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ تب ہی وہاں کوئی عجیب سی آواز گونجی تھی۔ جیسے کوئی گونگا آدمی کسی کی توجہ پانے کے لیے زور سے چیخے۔

"جا دیکھ۔ پھر کیا عذاب اتر آیا ہے اس زندہ مردے پر۔" شمع نے حقارت بھرے لہجے میں کہا۔

"اس سے بڑا عذاب اور کیا آئے گا اس پر' ایک معصوم کے دامن پر کیچڑ اچھالی تھی۔ بھگت رہا ہے' ابھی تو تم ابا کی فکر کرو' یتیم کا مال کھایا ہے۔" وہ بے فکری سے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولی۔

"اللہ غارت کرے' ایک تو اس منحوس ماری کی باتیں میرا رہا سہا چین بھی غارت کردیتی ہیں۔" انہوں نے پاس پڑا کھسہ اٹھا کر اسے دے مارا۔

"تو میں نے کتنی بار کہا کہ مجھے ان کے کام کے لیے نہ بولا کریں۔ مجھے ایسے آدمی سے کوئی ہمدردی نہیں۔ جسے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف تک نہ ہو۔" اسے جیسے پروا تک نہ تھی۔ آواز دوبارہ چنگھاڑی تھی۔

ثمن کو کوستے وہ خود اٹھ کھڑی ہوئیں اور پانی کا گلاس بھر کر اندر چلی آئیں۔ وہ نیم تاریک کمرے کے ایک کونے میں بوسیدہ سی چارپائی پہ پڑا وجود کسی اور کا نہیں بلکہ ساحر خان کا تھا۔ اپنی خواہشات کی تقلید میں اللہ کا خوف بھلا کر دوسروں کی' اللہ کے بندوں کی عزت نیلام کرنے والا' زندگی اجیرن کرنے والا ساحر خان' اب اپنی معمولی سے معمولی ضرورت کے لیے بھی دوسرے بندوں کا محتاج تھا۔ یہ فیصلہ اللہ کا تھا اور اللہ سب سے بہترین منصف ہے۔ بے شک ــــ ساحر خان کو فالج کا شدید اٹیک ہوا تھا اور معذوری اس کا مقدر بنی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ پورے چھ سال بعد اس شہر کی ہواؤں میں سانس لے رہی تھی۔ اس دن رکشے میں امی کی اچانک موت نے اسے بری طرح توڑ ڈالا تھا۔ تب ہی سحر کے سمجھانے پہ ایک بزنس ٹور کے بہانے پروہ صفا کو شہر سے باہر لے گیا تھا۔ بیٹے سعد کی پیدائش پہ اس نے ماں کو بھی وہاں بلالیا تھا۔ وہ برسوں ہی واپس لوٹے تھے۔ اور صفا پوری طرح پرانی یادوں کی زد میں آگئی تھی۔ صفا کے بے حد اصرار پہ وہ اسے آج ان کے پرانے محلے میں اس کی امی کے گھر لایا تھا۔

مین گیٹ پہ لگا تالا موسم کے تغیرات کی بدولت زنگ آلود ہوچکا تھا۔ تب ہی اسے توڑنا پڑا۔ اسید نے زور لگا کر مین گیٹ کی وہ چھوٹی سی کھڑکی کھولی۔ چیختی آواز کے ساتھ کھڑکی کھل گئی۔ صفا نے مضبوطی سے سعد کا ہاتھ پکڑلیا اور اسید کے پیچھے اندر داخل ہوئی۔

مین گیٹ سے لے کر برآمدے تک جاتی پکی روش' ایک طرف بنا کچا صحن جہاں کبھی ہرا بھرا لان ہوا کرتا تھا۔ اور سامنے برآمدے میں ہر طرف سوکھے پتوں' مٹی اور گرد کا ڈیرہ تھا۔ صحن کی گھاس مکمل طور پہ غائب ہوچکی تھی۔ ننھے ننھے پودوں کا تو نام ونشان تک نہ تھا۔ صرف ایک دو پودے باقی بچے تھے جو سبز لباس

سے عاری تھے۔ دیوار کے ساتھ قطار میں لگے درخت بھی یہی منظر پیش کر رہے تھے۔

رات کافی تیز بارش ہوئی تھی۔ تب ہی جگہ جگہ پانی بھی ٹھہر گیا تھا۔ گھر کے مکین۔۔۔ نہ رہیں تو مکان بھی کھنڈر بن جاتے ہیں۔ عجیب تاریکی سی تھی اس گھر کے ماحول میں۔ وہ سعد کو اسید کے ساتھ وہیں چھوڑ کر ان میں لگے درختوں کی طرف آگئی۔

"اندر چلو گی؟" اسید نے سعد کو اٹھالیا اور اس کے پیچھے چلا آیا۔

"نہیں۔۔۔ پہلے صفائی کا انتظام کروائیں گے، پھر اندر چلیں گے، سعد بھی ساتھ ہے نا۔" وہ کھوئے کھوئے لہجے میں بولی۔

"امی! یہ نانو کا گھر ہے۔" پانچ سالہ اسید نے ماں سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا جی! آپ کی پیاری امی کا بچپن گزرا ہے اس گھر میں۔" جواب اسید نے دیا تھا۔

اسید، بیٹے کے سوالوں کے جواب دے رہا تھا اور وہ درختوں کے پاس کھڑی ایک ایک سوکھی شاخ کو چھو کر۔۔۔ جیسے کسی کا لمس محسوس کر رہی تھی۔

"اسید۔۔۔ ادھر آئیں۔" اس نے اچانک ہی اسید کو آواز دی۔ وہ سعد کو نیچے اتارتا اس کے قریب آٹھہرا۔

"دیکھیں تو اسید! دیکھ بھال نہ ہونے کے باوجود سب پودے نئے سرے سے پھوٹنے لگے ہیں۔ ہر سوکھے تنے سے ننھی ننھی سبز شاخیں جیسے باہر آنے کو بے تاب ہیں۔" اس نے ایک درخت کی سوکھی سوکھی شاخوں سے نکلتی سبز نرم پتیوں کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔" اسید بالکل اس کے پاس آٹھہرا تھا۔

"کیونکہ جب بہار آتی ہے تو بنجر مٹی میں بھی جان آجاتی ہے۔ خودرو پودے بنا کسی آبیاری کے زمین کا سینہ چیر کر باہر آجاتے ہیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے صفا کا ہاتھ تھاما۔

"بہار تو نام ہی زندگی کا ہے صفا۔ جب بہار دستک دیتی ہے تو پودے تو کیا مرجھائے ہوئے دل بھی مسکرا اٹھتے ہیں۔" صفا نے اس کی سیاہ، چمک دار آنکھوں میں جھانکا، وہاں محبت ہی محبت تھی۔

"آپ نے مجھے معاف تو کر دیا نا اسید۔" وہی لفظ دوبارہ لبوں پہ آنکلے اور وہ جو یقین دلا دلا کے تھکنے لگا تھا، مسکرا دیا۔

"میرے دل پہ بھی بہار دستک دے چکی ہے، سویٹ ہارٹ وائف! تو میں اپنے دل کا دروازہ بھلا کیوں بند کروں گا۔" اس نے گمبھیر لہجے میں کہتے ہوئے اسے خود سے لگا لیا۔

صفا کھل کے مسکرا دی تھی۔

☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

کتاب کا نام	مصنفہ	قیمت
بساط دل	آمنہ ریاض	500/-
زرد موسم	راحت جبیں	750/-
درد کی اک روشنی	رخسانہ نگار عدنان	500/-
خوشبو کا کوئی گھر نہیں	رخسانہ نگار عدنان	200/-
شہر دل کے دروازے	شازیہ چوہدری	500/-
تیرے نام کی شہرت	شازیہ چوہدری	250/-
دل ایک شہر جنوں	آسیہ مرزا	450/-
آئینوں کا شہر	فائزہ افتخار	500/-
بھول بھلیاں تیری گلیاں	فائزہ افتخار	600/-
پھلاں دے رنگ کالے	فائزہ افتخار	250/-
یہ گلیاں یہ چوبارے	فائزہ افتخار	300/-
میں سے عورت	غزالہ عزیز	200/-
دل اسے ڈھونڈ لایا	آسیہ رزاقی	350/-